رجسٹرڈ ال ۴۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

# الحکم

چھو گویم از گرانی چاہ در قادیان بینی | دوا ہمی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

مسیح موعود کی صلح کاری اور امان کا لواء

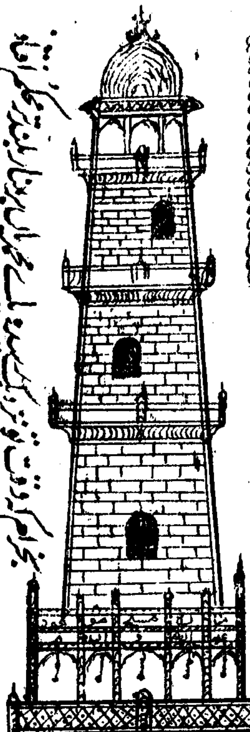
آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا اب اسکے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جنہوں نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائینگے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے

مسیح موعود کا اعلان

پیشگی قیمت سالانہ

عوام سے ... ... ۵
خواص و معاونین سے ... ۱۵
ہندوستان سے باہر ... ... ۷
غیر مذاہب والوں سے ۱۲
اپنی جماعت کے غیر مستطیع لوگوں سے ... ... ۲/۱۲

نمبر ۱۴ و ۱۵ | دار الامان قادیان مورخہ ۳۰ اپریل و مئی سنہ ۱۹۰۴ء | جلد



## کلماتِ طیباتِ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ

### ۱۹ اپریل کی شام

"زندگی کے فیشن سے بہت دور جا پڑے ہیں" یہ الہام آج اعلیٰحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوا تھا۔ اسپر فرمایا کہ زندگی کا اصل غرض اور مقصود تو اللہ تعالیٰ کی عبادۃ ہے مگر اسوقت میں دیکھتا ہوں کہ عام طور پر لوگ اس غرض اور مقصود کو فراموش کر چکے ہیں اور کھانے پینے اور حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرنے کے سوا اور کوئی مقصود نہیں رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ دنیا کو پھر اسکی زندگی کی غرض سے آگاہ کرے اور یہ فناء قہری اسکو رجوع کرلے گی۔

اسلیے ہر ایک شخص کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف کرے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اسکو بہت سی نیکیوں کا وارث بنا دے گا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہی اچھا ہے کیونکہ اس خوف کی وجہ سے اسکو ایک بصیرت ملتی ہے جس کے ذریعہ وہ گناہ سے بچتا ہے۔ بہت سے لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعام اور اکرام پر غور کر کے شرمندہ ہو جاتے ہیں اور اسکی نافرمانی اور خلاف ورزی سے بچتے ہیں لیکن ایک قسم لوگوں کی ایسی بھی ہے جو اسکے قہر سے ڈرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اچھا اور نیک تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں اچھا ہے۔ بہت لوگ ہیں جو اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ ہم **متقی** ہیں مگر اصل میں **متقی** جنکا نام اللہ تعالیٰ کے دفتر میں **متقی** ہو۔

اسوقت اللہ تعالیٰ کے اسم **ستار** کی تجلی ہے لیکن قیامت کے دن جب پردہ دری کی **تجلی** ہوگی اسوقت تمام حقیقت کھل جاوے گی۔ اس تجلی کے وقت بہت سے ایسے بھی ہوں گے جو آج بڑے **متقی** اور پرہیزگار نظر آتے ہیں قیامت کے دن وہ بڑے **فاسق** فاجر نظر آئیں گے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ عمل صالحہ ہماری اپنی تجویز اور قرارداد سے نہیں ہو سکتا۔ اصل میں **اعمال صالحہ** وہ ہیں جن میں کسی نوع کا کوئی فساد نہ ہو کیونکہ **صالح فساد** کی ضد ہے جیسے غذا طیب اسوقت ہوتی ہے کہ وہ نہ کچی ہو نہ سڑی ہوئی ہو اور نہ کسی ادنیٰ درجہ کی جنس کی ہو بلکہ ایسی ہو جو فوراً جزو بدن ہو جانے والی ہو۔ اسی طرح پر ضروری ہے کہ **عمل صالح** میں بھی کسی قسم کا فساد نہ ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہو اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق ہو۔ اور پھر نہ اس میں کسی قسم کا کسل ہو نہ عجب ہو نہ ریا ہو نہ وہ اپنی تجویز سے ہو۔ جب ایسا عمل ہو تو وہ عمل صالح کہلاتا ہے اور یہ **کبریت احمر** ہے۔

**شیطان** انسان کو گمراہ کرنے کے اور اسکے اعمال کو فاسد بنانے کے واسطے ہمیشہ تاک میں لگا رہتا ہے۔ یہانتک کہ وہ نیکی کے کاموں میں بھی اسکو گمراہ کرنا چاہتا ہے اور کسی نہ کسی قسم کا فساد ڈالنے کی تدبیریں کرتا ہے۔ نماز پڑھتا ہے تو اس میں بھی ریا وغیرہ کوئی شعبہ فساد کا ملانا چاہتا ہے۔ ایک امامت کرانے والے کو بھی اس آفت میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ پس اسکے حملے سے کبھی بے خوف نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اسکے حملے فاسقوں فاجروں پر تو کھلے کھلے ہوتے ہیں وہ تو گویا اسکا شکار ہیں لیکن زاہدوں پر بھی حملہ کرنے سے وہ نہیں چوکتا اور کسی نہ کسی رنگ میں موقع پاکر ان پر بھی حملہ کر بیٹھتا ہے۔ جو لوگ اللہ کے فضل کے نیچے ہوتے ہیں اور شیطان کی باریک شرارتوں سے آگاہ ہوتے ہیں وہ تو بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں لیکن جو ابھی خام اور کمزور ہوتے ہیں وہ کبھی کبھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ریا اور عجب وغیرہ سے بچنے کے واسطے ایک **ملامتی فرقہ** ہے جو اپنی نیکیوں کو چھپاتا ہے اور سیئات کو ظاہر کرتا رہتا ہے۔ وہ اسطرح پر سمجھتے ہیں کہ ہم شیطان کے حملوں سے بچ جاتے ہیں مگر میرے نزدیک وہ بھی کامل نہیں ہیں۔ ان کے دل میں بھی غیر ہے اگر غیر نہ ہوتا تو وہ کبھی ایسا نہ کرتے۔ انسان معرفت اور سلوک میں اس وقت کامل ہوتا ہے جب کسی نوع اور رنگ کا غیر ان کے دل میں نہ رہے اور یہ **فرقہ انبیاء** علیہم السلام کا ہوتا ہے۔ یہ ایسا **کامل** گروہ ہوتا ہے کہ اسکے دل میں غیر کا وجود بالکل معدوم ہوتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ غیر کے وجود کو کالعدم سمجھنا یہ بھی اختیاری نہیں ہے کیونکہ یہ **حالت عشقیہ** ہے جو از خود پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ اسکی جڑ **محبت ذاتی** ہے جب **محبت ذاتی** کے مقام پر انسان پہنچتا ہے تو پھر یہ عشقیہ حالت پیدا ہو کر غیر کے وجود کو جلا دیتی ہے۔

**کیا؟**
**الحکم کے متعلق آپکا کوئی فرض نہیں ہے؟** اگر ہے تو آپ سوچکر جواب دیں آپنے اسکو کس حد تک ادا کیا ہے؟

## بقیہ مضمون صفحہ اول

جب محبت ذاتی پیدا ہو جاتی ہے اُسوقت جلال عشقیہ پیدا ہو کر وجود غیر کو جلا دیتی ہے اور پھر کسی کے مدح و ذم یا عذاب و ثواب کی بھی پروا نہیں ہوتی۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اپنی مدح بھی سن لیا کرتے تھے لیکن اس سے یہ سمجھ لینا کہ آپکو اس مدح کی پروا ہوتی تھی سخت غلطی ہے آپ کو اس یا توں کا کوئی احساس نہیں ہوتا تھا اور کوئی اثر اس کا آپ پر نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک محل مدح ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے کو ہلاک کر دیتا ہے لیکن آپ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ تعلق اور رشتہ تھا کہ کسی دوسرے کی سمجھ میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔ پس آپ کسی انسان کی مدح سے کیا خوش ہو سکتے تھے۔ ایسا ہی ذم کا حال ہے۔ آپ تو اللہ تعالیٰ کی محبت ذاتی میں فنا ہو چکے تھے غیر کا احساس باقی ہی نہیں رہا تھا اسلیے سارے مقام ختم ہو چکے تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہی وہ مقام ہے جو مقام امن کہلاتا ہے۔ زاہد خشک کی مدح کرنے والا اسکو ہلاک کر سکتا ہے کیونکہ وہ اس مدح سے خوش ہو کر اپنے وجود کو بھی کچھ شئے سمجھنے لگتا ہے اور اپنے اعمال پر ایک ناز کرنے لگتا ہے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ مراتب بھی وہبی ہیں کوشش سے نہیں ملتے۔ اور انسان کامل اسی مقام پر ہوتا ہے صوفی کہتے ہیں جب تک محبت ذاتی نہ ہو جاوے ایسی محبت کہ بہشت اور دوزخ پر بھی نظر نہ ہو اُسوقت تک کامل نہیں ہوتا اس سے پہلے اسکا خدا بہشت اور دوزخ ہوتے ہیں۔ لیکن جب وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو پھر اسکے لیے اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ کا حکم ہوتا ہے کیونکہ ان کی رضا خدا کی رضا ہوتی ہے جبتک یہ حال نہ ہو اندیشہ ہوتا ہے کہ نیکی ضائع نہ ہو جاوے۔ ذاتی محبت والے سے اگر اسکی غرض پوچھی جاوے کہ تو کیوں خدا کی عبادت کرتا ہے تو وہ کچھ بھی بتا نہیں سکتا کیونکہ اُسے کوئی ذاتی غرض محسوس ہی نہیں ہوتی بلکہ اگر اسکے لیے دوزخ کی وعید بھی ہو کہ تو اگر عبادت کرے گا تو دوزخ ملے گا تب بھی وہ رک نہیں سکتا کیونکہ اسکے رگ و ریشہ میں اللہ تعالیٰ ہی کی عظمت اور محبت ہوتی ہے وہ بے اختیار ہو کر اسکی طرف کھچا چلا جاتا ہے۔ اسکو نہیں معلوم کہ کیوں کھچا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ثواب و عذاب کی پروا کرتا ہے اور نہ مدح و ذم کا اثر اسپر ہوتا ہے۔ انبیاء و رسل اسی مقام پر ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دنیا کی مخالفت اور خطرناک مصائب اور مشکلات انکو اپنے کام سے ہٹا نہیں سکتیں۔ میں اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ میں اسی مقام کو سمجھتا ہوں۔ یہ ایسا دارالامان ہے کہ شیطان اسکے نہیں آ سکتا۔ ایک زاہد بعض وقت مغضوب کے زمرہ میں آ سکتا ہے لیکن جو

اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کے مقام پر پہونچ گیا وہ محفوظ ہو گیا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ محبت ذاتی کی آگ غیر کے وجود کو مطلقاً جلا دیتی ہے اور اسکو امن میں داخل کر دیتی ہے۔ استجابت دعا بھی اسی مقام پر ہوتا ہے۔ یہ ایسا رفیع اور اعلیٰ مقام ہے کہ اس کی تصریح بھی نہیں ہو سکتی یہ ایک کیفیت ہے جو دوسرے کو اچھی طرح سمجھا بھی نہیں سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے گلہ کرنے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے۔ چونکہ وہ ان تعلقات سے محض ناآشنا ہوتا ہے جو انبیاء و رسل اور اللہ تعالیٰ میں ہوتے ہیں اسلیے کسی ایسے امر کو جو ہماری سمجھ اور دانش سے بالاتر اور بالاتر ہے اپنی عقل کے پیمانہ سے ناپنا صریح حماقت ہے۔ مثلاً آدم علیہ السلام کا گلہ کرنے لگے کہ انھوں نے درخت ممنوع کا پھل کھایا۔ یا عَبَسَ وَتَوَلّٰی کہنے بیٹھے۔ ایسی حرکت آداب الرسل کے خلاف ہے اور کفر کی حد تک پہونچا دیتی ہے چونکہ خدا تعالیٰ اُن کا محبوب ہوتا ہے بعض اوقات وہ کسی بات پر گویا روٹھ جاتا ہے۔ وہ باتیں عام قانون جرائم و ذنوب سے الگ ہوتی ہیں۔ ۳۰ سال کے قریب کا عرصہ ہوتا ہے کہ ایک مقرب فرشتہ کو میں نے دیکھا جس نے مجھے ایک نوٹ کی چھڑی ماری۔ پھر میں نے اسکو دیکھا کہ کرسی پر بیٹھکر رونے لگا۔ یہ ایک نسبت بتائی ہے کہ جیسے بعض اوقات والدہ بچہ کو مارتی ہے پھر رقت سے خود ہی رونے لگتی ہے یہ ایک لطیف استعارہ ہے جو مجھپر ظاہر کیا گیا ہے۔

میرا مطلب بھی نہیں آتا کہ ان تعلقات کو جو انبیاء رسل اور اللہ تعالیٰ میں ہوتے ہیں کسطرح ظاہر کیا جاوے یہ تعلقات ایسے شدید اور گہرے ہوتے ہیں کہ بجز کامل الایمان ہونے اور اس جہت سے آشنا ہونے کے انکی سمجھ آ ہی نہیں سکتی۔ اسلیے صوفیوں نے لکھا ہے کہ انکے افعال اور اعمال عام قانون جرائم و ذنوب سے الگ ہوتے ہیں انکو اسی ضمن و ذنوب میں ذکر کرنا بھی سلب ایمان کا موجب ہوتا ہے کیونکہ ان کا حساب تعلقات کا ہے ذرہ بھر بھی کی کیفیت کو کوئی کیا سمجھ سکتا ہے؟ عام طور پر عاشق و معشوق کے تعلقات کو کوئی نہیں سمجھ سکتا اور یہ تعلقات تو اس سے لطیف تر ہیں۔

حقیقت سے ناآشنا استغفار کے لفظ پر اعتراض کرتے ہیں انکو معلوم نہیں کہ جسقدر یہ لفظ پیارا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اندرونی پاکیزگی کی دلیل ہے ہمارے وہم و گمان سے بھی بڑی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عاشق تھا ہیں انہیں بڑی بلند پروازی کے ساتھ ترقیات کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تصور کرتے ہیں اور اظہار شکر کر

قاصر پا کر تدارک کرتے ہیں یہ کیفیت ہم کسطرح ان عقل کے اندھوں اور محجوبوں کو سمجھائیں انپر واضح ہو تو وہ سمجھیں جب ایسی حالت ہوتی ہے احسانات الٰہیہ کی کثرت آکر اپنا غلبہ کرتی ہے تو روح محبت سے پُر ہو جاتی ہے اور وہ اچھل اچھل کر استغفار کے ذریعہ اپنے قصور شکر کا تدارک کرتی ہے۔

یہ لوگ خشک منطقیوں کی طرح اتنا ہی نہیں جانتے کہ وہ قویٰ جن سے کوئی کمزوری یا غفلت صادر ہو سکتی ہے وہ ظاہر نہ ہوں۔ نہیں وہ ان قویٰ پر تو فتح حاصل کیے ہوئے ہوتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تصور کر کے استغفار کرتے ہیں کہ شکر نہیں کر سکتے۔ یہ ایک لطیف اور اعلیٰ مقام ہے جسکی حقیقت سے دوسرے لوگ ناآشنا ہیں اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسے حیوانات گدھے وغیرہ انسانیت کی حقیقت سے بے خبر اور ناواقف ہیں۔ اسیطرح انبیاء و رسل کے تعلقات اور انکے مقام کی حقیقت سے دوسرے لوگ کیا اطلاع رکھ سکتے ہیں۔ یہ بڑے ہی لطیف ہوتے ہیں اور جسقدر محبت ذاتی بڑھ جاتی ہے اسی قدر یہ اور بھی لطیف ہوتے جاتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک معشوق اور عاشق نے صرف یہی کہا تھا کہ تم بادشاہ سے بیزار ہو صرف اتنی بات پر ایک عرصہ تک ناراضی رہنا پڑا حالانکہ عام نظر میں یہ ایک معمولی سی بات ہوتی ہے مگر نہیں ان تعلقات محبت کے منافی تھی۔ غرض یہ ایک لطیف سِرّ ہے جسپر ہر ایک مطلع نہیں ہو سکتا یہی ایک مقام ہے جسکی طلب ہر ایک کو کرنی چاہیے

بر کریماں کارہا دشوار نیست

# ۲۸ اپریل کی شام

### الہام اور اعمال صالحہ

ایک نوجوان نے اپنے کچھ رؤیا اور الہامات سنانے شروع کیے جب وہ سنا چکا تو آپ نے فرمایا میں تمہیں نصیحت کے طور پر کہتا ہوں اسے خوب یاد رکھو کہ ان خوابوں اور الہامات ہی پر نہ رہو بلکہ اعمال صالحہ میں لگے رہو بہت سے الہامات اور خواب سنیر و بیل کی طرح ہوتے ہیں جو کچھ دنوں کے بعد گر جاتے ہیں اور پھر کچھ باقی نہیں رہتا۔ اصل مقصد اور غرض اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا اور بے ریا تعلق اخلاص اور وفاداری ہے جو نرے خوابوں سے پوری نہیں ہو سکتی۔ مگر اللہ سے کبھی بے خوف نہیں ہونا چاہیے

جہانتک ہو سکے صدق و اخلاص ترک ریا و ترکہ منہیات میں ترقی کرنی چاہیے اور مطالعہ کرتے رہو کہ ان باتوں پر کس حد تک قائم ہو۔ اگر یہ باتیں نہیں ہیں تو پھر خوابات اور الہامات بھی کچھ فائدہ نہیں دینگے بلکہ صوفیوں نے لکھا ہے کہ اوائل سلوک میں جو رؤیا یا وحی ہو اسپر توجہ نہیں کرنی چاہیے وہ اکثر اوقات اس راہ میں روک ہو جاتی ہے۔

انسان کی اپنی خوبی اسمیں تو کوئی نہیں کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو وہ کسی کو کوئی اچھی خواب دکھا دے یا کوئی الہام کرے۔ اسنے کیا کیا دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت وحی ہوا کرتی تھی لیکن اس کا کہیں ذکر بھی نہیں کیا گیا کہ اس کو یہ الہام ہوا۔ یہ وحی ہوئی بلکہ ذکر اگر کیا ہے تو اس بات کا کیا کہ

اِبْرَاهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی

وہ ابراہیم جس نے وفاداری کا کامل نمونہ دکھایا۔ یا یہ کہ یا ابراہیم قد صدقت الرؤیا انا کذالک نجزی المحسنین۔ یہ بات ہی جو انسان کو حاصل کرنی چاہیے اگر یہ پیدا نہیں تو پھر رؤیا و الہام سے کیا فائدہ؟ مومن کی نظر ہمیشہ اعمال صالحہ پر ہوتی ہے اگر اعمال صالحہ نہ ہوں۔ اگر اعمال صالحہ ہوں تو اندیشہ ہے کہ وہ مکر اللہ کے نیچے آ جاوے مومن کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرے اور اس لیے ضرورت ہے اخلاص کی صدق و وفا کی نہ یہ کہ قیل و قال تک ہی ہماری ہمت و کوشش محدود ہو۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ بھی برکت دیتا ہے اور اپنے فیوض و برکات کے دروازے کھولدیتا ہے اور رؤیا اور وحی کو القا رشیطانی سے پاک کر دیتا ہے اور اضغاث احلام سے بچا لیتا ہے پس اس بات کو کبھی بھولنا نہیں چاہیے کہ رؤیا اور الہام پر مدار صلاحیت نہیں رکھنا چاہیے بہت سے آدمی دیکھے گئے ہیں کہ انکو رؤیا اور الہام ہوتے رہے لیکن انجام اچھا نہیں ہوا۔ جو اعمال صالحہ کی صلاحیت پر موقوف ہے۔ اس تنگ دروازہ سے جو صدق و وفا کا دروازہ ہے گذرنا آسان نہیں۔ ہم کبھی ان باتوں سے فخر نہیں کر سکتے کہ رؤیا یا الہام ہونے لگے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ رہیں اور مجاہدات سے دستکش ہو رہیں اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا وہ تو فرماتا ہے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ مجاہدہ کرے اور وہ کام کر کے دکھاوے جو کسی نے نہ کیا ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ صبح سے شام تک مکالمہ کرے تو یہ فخر کی بات نہیں ہوگی کیونکہ یہ تو اسکی عطا ہوگی۔ دھیان یہ ہوگا کہ خود ہم نے اسکے لیے کیا کیا؟ بلعم کتنا بڑا آدمی تھا مستجاب الدعوات تھا اسکو بھی الہام ہوتا تھا لیکن انجام کیسا خراب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے کتے کی مثال دیا ہے۔ اسلیے انجام کے نیک ہونے کیلئے مجاہدہ اور دعا کرنی چاہیے اور ہر وقت لرزاں و ترساں رہنا چاہیے۔ (باقی آئندہ)

## ایڈیٹر کے اپنے مضامین

# نور الدین پر ریویو

### نمبر دوم

چہ خوش بودی اگر ہر یک ز اُمت نور دیں بودے
ہمیں بودی اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

"نور الدین پر ریویو" کے پہلے نمبر میں ہم نے ریویو کی حقیقت پر بحث کی تھی اور ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ ریویو کے بانی اہل عرب ہیں اور ان کی ریویو نویسی کے سلسلہ میں علم کلام پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن اس نمبر میں (جیسا کہ ہم نے پہلے اس مضمون کی تقسیم کی تھی) ہم نور الدین کے مصنف و مؤلف حکیم الامۃ شیخنا و مولانا مولوی نور الدین صاحب کا مختصر تذکرہ لکھنا چاہتے ہیں۔

یہ تذکرہ اگر تذکرہ کے رنگ میں لکھا جاوے تو خواہ کتنا ہی اختصار بھی کیوں نہ کیا جاوے لیکن ایسے اخبار کے متعدد نمبروں میں بھی ختم نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس مقام پر علامہ موصوف کے تذکرہ سے ہماری یہ غرض ہے کہ ہم آپ کی زندگی کے نشیب و فراز اور مختلف منازل اور طبقات عمر پر بحث کریں بلکہ اس ریویو میں حکیم الامۃ کے تذکرہ کی غرض جہاں تک ہم نے ملحوظ رکھی ہے اور امید ہے کہ ہمارے بالغ نظر ناظرین ہمیں ہمارے ساتھ متفق ہونگے فقط یہ ہے کہ ہم دیکھیں اور دکھائیں کہ کیا نور الدین کا مصنف **قرآن کریم یا اسلام یا** **آنحضرت** صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکذات پر اعتراض کرنے والوں کو **جواب دینے کی اہلیت رکھتا ہے یا نہیں**؟ اور کیا اس کے پاس اسقدر کافی سامان کتب خانہ وغیرہ کا ہے جو وہ **قلم** اُٹھاوے؟ یا کیا وہ اس میدان کا مبارز ثابت ہو چکا ہے اور **قوم** اور **ملک** میں اسکی وسیع واقفیت اور اسکی فہم و فراست (**اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله** والی فراست) مسلم ہوئی ہے کہ وہ **ترک اسلام** یا اور اسی قسم کے رسائل کا جواب لکھے

### المختصر

اس ریویو کے ضمن میں علامہ موصوف کے تذکرہ سے اگر کوئی غرض ہے تو فقط اسی قدر ہے اور اسی لیے ہم اس تذکرہ میں آپ کے **منازل** **زندگی** پر کوئی بحث نہ کرینگے بلکہ جیسا کہ ہماری دیرینہ آرزو ہے اور جو خدا تعالیٰ ہی کے فضل اور توفیق سے پوری ہو سکتی ہے ان امور پر نور الدین (مراد حیات نور الدین) میں مفصل بحث کرینگے **وما توفيقي الا بالله العلي العظيم**۔

**نور الدین** کا مصنف اپنے سلسلہ **نسب** میں حضرت **فاروق اعظم** رضی اللہ عنہ کا پوتا ہے۔ جو آپ جیسا مجد کیطرح **غیرت اسلام** اور حمیت ملت خیر الانام کا خمیر اپنی فطرت میں رکھتا ہے۔

پس

آپ کی خاندانی وجاہت اور نسبی شرافت پر بحث کی کوئی حاجت نہیں حضرت فاروق کی **لائف** پڑھنے والے بخوبی اور جنہوں نے نہیں پڑھی وہ سماعی طور پر آپ کے محاسن اور دینی غیرت سے خوب آگاہ ہیں۔ اسلیے فاروق اعظم سے خون کا تعلق رکھنے والا اگرچہ بعد یا ہی کیوں نہ گذرگئی ہوں پھر بھی اپنے خون میں وہ غیرت مذہب حقہ کے لیے ضرور رکھتا ہے۔ فاروق اعظم کی بابت سید المرسلین نے فرمایا ہے کہ شیطان اسکے سایہ سے بھاگتا ہے۔ پھر نور الدین کے ٹائٹل پیج پر

**بل نقذف بالحق على الباطل فيدمغه فاذا هو زاهق ولكم الويل مما تصفون**

پڑھنے والوں کو حیرت نہیں کرنی چاہیے ہم اپنے ناظرین کو نور الدین کا سرورق خصوصیت کے ساتھ پڑھنے کی صلاح دیتے ہیں اس پر **نور الدین** کی لائف کا ایک خاص راز مرقوم ہے جو ہم اپنے وقت پر انشاء اللہ تعالیٰ حل کرینگے لیکن کم از کم انکو پتہ لگ جاوے گا کہ **فاروقی رنگ غیرت** یہاں کام کر رہی ہے

### غرض

**نور الدین** فطرتی طور پر **اسلام** کی حقانیت کے اظہار کا ایک جوش رکھتا ہے اسلیے وہ بہترین **اہل** ایسی کتاب لکھنے کا ہو سکتا ہے اور رہا ہے

### پھر

دوسرا قابل غور یہ امر ہے کہ کیا **نور الدین** آجکل کے مصنفوں کیطرح کتاب فروشی کو ذریعہ معاش سمجھتا ہے؟ اس سوال کا جواب دینے کی ہمیں کچھ بھی ضرورت نہیں ہے **نور الدین** خدا کے محض فضل و کرم سے اسقدر عالی ہمت اور فیاض انسان ہے کہ اسنے ایک شاہ ہوں کی ہمنشینی کا فخر حاصل ہونے پر بھی اپنی ہستی قرار تنخواہیں بنی نوع انسان کی خدمتگذاری اور اشاعت دین میں صرف کی ہیں اور یہ ایک ایسا امر واقعی (فیکٹ) ہے کہ اس پر اسوقت ہمارے مخالف بھی انکار نہیں کر سکتے **نور الدین** کی ضروریات زندگی کا دائرہ بہت ہی محدود ہے اسکی طبیعت میں نمایش تکلف تصنع نہیں وہ بلا مبالغہ **خود دن**

**برائے زیستن و ذکر کردن ست** پر عمل کرتا ہے۔ جن لوگوں کو اسکی مجالس میں بیٹھنے کا موقع ملا ہے وہ جانتے ہیں کہ ہمیشہ سے اسکی طرز زندگی ایک ہی **اصل** پر چل رہی ہے اعلاء کلمۃ اسلام کے متعلق ہماری ہی آپ کی شہادت حکیم الامۃ کے حق میں نہایت کمزور اور سقیم ہو سکتی ہے اسلیے ہم اسکے متعلق اس **انسان کامل** کی شہادت پیش کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے مکالمہ کا شرف رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے **مسیح موعود** کے نام سے بھیجا ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں۔

سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کے لیے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام انکے نور اخلاص کی طرح **نور دین** ہے میں انکی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلاء کلمۂ اسلام کے لیے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں انکے دل میں جو تائید دین کے لیے جوش بھرا ہے اسکے تصور سے قدرت الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے وہ اپنے تمام مال اور تمام زور اور تمام اسباب مقدرت کے ساتھ جو انکو میسر ہیں ہر وقت اللہ رسول کی اطاعت کے لیے مستعد کھڑے ہیں اور میں تجربہ سے نہ صرف حسن ظن سے یہ علم صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ انھیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزت تک دریغ نہیں اور اگر میں اجازت دیتا تو وہ سب کچھ اس راہ میں فدا کرکے اپنی روحانی رفاقت کیطرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے۔ انکے بعض خطوط کی چند سطریں بطور نمونہ ناظرین کو دکھلاتا ہوں تا انھیں معلوم ہو کہ میرے پیارے بھائی **مولوی حکیم نور الدین** بھیروی معالج ریاست جموں نے محبت اور اخلاص کے مراتب میں کہاں تک ترقی کی ہے اور وہ سطریں یہ ہیں

مولنا۔ مرشدنا۔ امامنا۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ عالیجناب میری دعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں اور امام زمان سے جس مطلب کے لیے وہ مجدد کیا گیا وہ مطالب حاصل کروں اگر اجازت ہو تو میں نوکری سے استعفا دیدوں اور دن رات خدمت عالی میں پڑا رہوں یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں اور لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤں اور اسی راہ میں جان دوں میں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔

حضرت پیر و مرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا۔ اگر خریدار براہین کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمائیے کہ یہ ادنیٰ خدمت بجا لاؤں کہ انکی تمام قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کر دوں۔

حضرت پیر و مرشد نابکار شرمسار عرض کرتا ہے اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے میرا منشاء ہے کہ براہین کا تمام خرچ میرے پر ڈال دیا جاوے پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہو وہ روپیہ آپکی ضروریات میں خرچ ہو مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کیلیے طیار ہوں۔ دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو۔

مولوی صاحب ممدوح کا صدق و ہمت اور ان کی غمخواری اور جان نثاری جیسے انکے قال سے ظاہر ہے اس سے بڑھ کر انکے حال سے ان کی مخلصانہ خدمتوں سے ظاہر ہو رہا ہے اور وہ محبت اور اخلاص کے جذبہ کاملہ سے چاہتے ہیں کہ سب کچھ یہاں تک کہ اپنے عیال کی زندگی بسر کرنے کی ضروری چیزیں بھی اسی راہ میں فدا کر دیں انکی روح محبت کے جوش اور مستی سے ان کی طاقت سے زیادہ قدم بڑھانے کی تعلیم دے رہی ہے۔ اور ہر دم اور ہر آن خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔

اس رائے کو پڑھ کر صاف طور پر کھل جاتا ہے کہ **نور الدین** کا مصنف اعلاء کلمۂ اسلام کا کیسا سچا جوش رکھتا ہے اور **اخلاص** کے ساتھ اپنا سارا مال و منال اس راہ میں **وقف** کر دینے کے لیے ہمیشہ طیار رہتا ہے نہیں بلکہ کر دیا۔ ایسے انسان کے متعلق اس قسم کا وہم بھی خطرناک گناہ ہے

پس

یاد رہے کہ **نور الدین** کے مصنف نے **نور الدین** کو محض کتب فروشی کے طور پر شائع نہیں کیا بلکہ محض خدا کے لیے خدا کے دین کی عظمت و جلال کے اظہار کے لیے

**نور الدین** کا پبلیشر اگر اپنی طرف سے اس کتاب پر کوئی دیباچہ لکھدیتا تو بہت ہی مناسب اور مناسب تھا لیکن نہیں افسوس ہے کہ یہ فروگذاشت کی گئی ہے تاہم ابھی تک غالباً بہت سے لوگوں کو یہ علم ہو گا کہ **نور الدین** کے **مصنف** نے **نور الدین** کی اگر کچھ **جلدیں لی ہیں تو وہ بھی خرید کر** اس سے بڑھ کر اس مخلصانہ خدمت دین کا اور کیا ثبوت چاہیے گا اور سب سے بڑھ کر اس کتاب کی قبولیت خدا ایک مہر کرے گی۔

**بہر حال** (باقیت)

فٹ نوٹ: یہ دعا صدق دل اور راستی سے کی گئی تھی قبول ہو گئی۔ ایڈیٹر

# مکتوبات کریمیہ

اس عنوان کے تحت میں جب کبھی ہمیں موقع ملے گا حضرت مولانا مولوی **عبدالکریم** صاحب سلمہ ربہ کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے مضامین یا خطوط درج کیا کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔ (ایڈیٹر)

## آنحضرہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو عظیم الشان پہلو

یعنے

## تکمیل دین اور تکمیل اشاعت دین

اس زمانہ میں جب کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و برکات کی بارش ہو رہی ہے اور وعدہ ہائے الٰہیہ کے موافق ہر قسم کے خیالات کا اظہار ہو رہا ہے خلیفہ کے برگزیدہ مامور اور موعود خلیفہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف **وما ارسلنا من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ** کے ماتحت بہت سے نا عاقبت اندیش مختلف طرز و طرف پر اپنا کام کر رہے ہیں لیکن ایک لمبی دوڑ کے بعد فیصلہ ہو جاتا ہے کہ راست باز کون ہے؟

مخالفت کے اسی اثر کی وجہ سے ایک گروہ اپنا یہ کام بھی سمجھتا ہے کہ سیدھے سادے مسلمانوں کو حضرت مجدد اعظم مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی اور آپ کے الہامات کے متعلق غلط بیانیاں کر کے بدظن نہیں بلکہ گمراہ کیا جاوے وقتاً فوقتاً ان غلط فہمیوں کے دور کرنے کی حتی الوسع ہم اور بزرگان ملت کوششیں کرتے رہتے ہیں اور سعید الفطرۃ لوگ فائدہ بھی اٹھاتے ہیں۔ مندرجہ بالا عنوان کے نیچے جو مضمون ہم درج کرنا چاہتے ہیں وہ بھی ایک قسم کی غلط فہمی کے رفع کرنے کیلئے ہے یہ مضمون بشکل ایک **خط** کے حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے ایک دوست کے نام لکھا ہے۔ جنہوں نے کسی طرح پر اس غلط بیانی کو سن لیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آیۂ کریمہ **هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله** کا اصل مسیح بالذات مصداق اپنے آپکو سمجھتے ہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اسی غلط بیانی کا جواب مولانا ممدوح نے لکھا ہے اور آیت موصوف کی ایک لطیف تفسیر فرمائی ہے۔ جس سے نہ صرف یہی کہ اس اتہام کو دور کیا ہے بلکہ اس دعوی کی حقیقت کو کھول کر بیان کیا ہے جس سے قرآن کریم کی عظمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالۃ شان اور ابد الآباد تک **احیاء** کا پتا لگتا ہے حقیقت میں اگر یہ خلیفۃ اللہ نہ آیا ہوتا جیسا کہ مولانا ممدوح نے بتایا ہے تو قرآن کریم اور نبی رؤف رحیم اور خود رب کریم ایک مردہ ہستیاں سمجھی جاتیں مگر خدا کا شکر ہے کہ اس نے وقت پر دستگیری کی۔ ہمکو اس چٹھی کے متعلق کچھ اور کہنے کی ضرورت نہیں ناظرین اسے پڑھینگے تو اسے اپنے ایمان کی تازگی و شگفتگی کے لیے نعمت غیر مترقبہ پائینگے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس غرض اور مقصد کو پورا کرے جس کے لیے یہ چٹھی لکھی گئی ہے۔ آمین

(ایڈیٹر)

السلام علیکم سب سے پہلے اس امر کو ذہن میں رکھ لیں کہ حضرت خلیفۃ اللہ علیہ السلام کبھی پسند نہیں کرتے کہ قرآن کریم کی کسی آیت کو صرف عن الظاہر کریں جبتک اس صرف کے لیے قرائن قویہ قائم نہ ہوں ورنہ باب الحاد کا واکرنا ہے اور اس صورت میں کسیکو حق نہیں پہونچے گا کہ غیر کے متنے پر حملہ کرے حضرت اقدس علیہ السلام نے کبھی نہیں فرمایا اور نہ کسی کتاب میں لکھا ہے کہ **هو الذی ارسل رسوله** الآیہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں نہیں اور نہ وہ اس کے مصداق اول و اتم آپکی پاک ذات ہے۔ حضرت نے اپنی تصانیف میں جو کچھ لکھا اور جا بجا لکھا ہے یہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو کام تھے تکمیل دین اور تکمیل اشاعت دین۔ پہلا کام آپ کے ہاتھ سے بوجہ اکمل پورا ہوا قیامت تک کسی شخص کا اختیار نہیں ہوگا کہ قرآن کریم سے یا قرآن کریم پر یا ملفظ شریعت حقہ کے متعلق زیادت یا نقص کر سکے۔ رہا دوسرا کام یعنی تکمیل اشاعت دین سو خدا تعالے کی عادت جاریہ اور سنت مستمرہ اور قانون قدرت کے موافق آپ کے خلفاء برحق کے ہاتھ سے پورا ہوتا رہے گا اسلام کا دیار عرب سے متجاوز ہو کر زمین کے کونوں تک پھیلنا۔ ہزار ہا ممالک اسلام کے قبضہ میں آنا اور انواع و اقسام کی برکات و فتوحات کے ابواب کھلنا یہ سب باتیں اُن وعدوں کے مطابق پوری ہوئیں جو قرآن کریم میں بزور و شور سے مذکور ہوئے تھے **کسریٰ کی شوکت** خاک میں ملی اور **قیصر کی لعنتی صلیبا** اور ناپاک سلطنت پارہ پارہ ہوئی اور یہ سب باتیں انہی زبردست پیشگوئیوں کے موافق ظہور میں آئیں جو کتاب حکیم میں بیان ہو چکی تھیں اور یہ سب وعدے اولا اور بالذات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے مگر ان کے پورا ہونے اور کرنے کے لیے آپ کے خلفاء جوارح اللہ بنائے گئے۔ تابع کی کارروائی متبوع کی کارروائی ہوتی ہے۔ جو کچھ خلفاء سے ظہور میں آیا اور آئے گا وہ سب دراصل نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے۔ اس لیے کہ اس نقطہ پر تابع اور متبوع میں کوئی مغائرت نہیں ہوتی اسطرح منجملہ خلفاء محمدیہ کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی حسب وعدہ کتب الٰہیہ ایک خلیفہ اور آخری اور عظیم الشان خلیفہ ہیں۔ اس خلیفہ کی بعثت کا مقصد ہی قتل خنزیر اور کسر صلیب ٹھہرایا گیا ہے جس سے مدعا یہ ہے کہ وہ ایسے زمانہ میں مبعوث ہوگا جو صلیب پرستی یعنی شرک عظیم اور ظلم جسیم کا دور ہوگا اور دنیا ایمانی یا عملی طور پر علی العموم اُسکے اثر کے نیچے آئی ہوئی ہوگی اور ہوا پرستی اور اتباع شہوات و جذبات اور تغلیب فسق و فجور اور عدم معاصی الٰہیہ میں خنزیر فطرت طبائع کی کثرت اور استیلاء ہوگا یا صاف لفظوں میں یوں کہو کہ ایمان ہر پہلو کے لحاظ سے آسمان پر اُٹھ گیا ہوگا ایسی وقت میں وہ بار دیگر خدا تعالیٰ کے نشانوں اور تائیدوں اور زندہ انفاس سے دین حق کو جو بران کاذب اور مدعیان نا قابل کی ناپاک کرتوتوں اور کمزوریاں کے سبب مرچکا ہوگا زندہ کرنے گا اور خدا تعالے کے پر حکمت ارادہ کی تائید سے زمانہ کی حالت اُسوقت ایسی ہوگی کہ اُسے اشاعت دین کی تکمیل کے اسباب اور سامان ایسے میسر آئینگے جو پہلے کسی زمانہ میں نہیں ہوئے۔ یہ ایسے امور ہیں کہ حضرت اقدس نے مختلف تحریروں میں نہایت دلچسپ باتیں لکھی ہیں جن کے پڑھنے سے ایک ذہین اور رشید طالب حق سرور اور بصیرۃ سے بھر جاتا ہے۔ غرض وہ زمانہ یہ ہے جسمیں ہم لوگ ہیں یہ واقعات حقہ کی سچائی سے انکار کرنا ایک کوردل ضدی کا کام ہوتا ہے واقعات بتا رہے ہیں کہ دین بیرونی حملوں اور بد تاثیروں اور اندرونی بدعملیوں اور بد اعتقادیوں سے مر چکا ہے اور خدا تعالیٰ کی سنت مستمرہ کے مطابق ضروری ہے کہ تعلیم اور کتاب کے ساتھ معلم اور زندگی اور اسوۂ حسنہ موجود ہو۔ ہدایت اور احیاء کی تکمیل کے لیے کتاب اور معلم کتاب لازم و ملزوم ہیں۔ واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ معلم و مزکی کے اُٹھ جانے کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں کتاب کو قوم نے چھوڑ دیا اور اُسکے مقاصد کو پس پشت ڈالدیا ہے اسی لئے تو ہر زمانہ میں ریفارمر مصلح یا مجدد کی ضرورت پڑی ہے۔ زندہ کتاب موجود اور ہزاروں ناپاک عقائد اور رسوم باطلہ مسلمانوں میں جاری اور ساری۔ کیا یہ مسلم اور مشہود امر نہیں کہ ہزاروں نکتہ چینیاں اور بیہودہ نکو ملاحظہ کرو والی اعتراض خدا کی زندہ کتاب اور زندہ رسول پر کیے گئے ہیں۔ اور کیا یہ باتیں بڑے زور سے درخواست نہیں کرتیں کہ ایک ایسا پاک انفاس شخص ہو جو ایک طرف تو ان ناپاک اعتقادوں اور جھوٹی رسموں کی بیخ کنی کرے جو قوم میں داخل ہو گئی ہیں اور اُسکے ساتھ پوری قوت اور الٰہی تائید سے اُن حملوں کی مدافعت کرے اور ساتھ زندہ کتاب کی خوبیاں جہان کو دکھلاوے۔

یہ واقعات ہیں ان سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اب دیکھنا چاہیے کہ حضرت خلیفۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کیا کام کر رہے ہیں۔ یہی وہی کام جس کا نام ہے تکمیل اشاعت یعنی قوم کے گندہ عقائد اور بیہودہ رسوم کی بیخ کنی اور دشمنان اسلام کے حملوں کی مدافعت کے ساتھ قرآن کریم اور نبی کریم کی صداقت کی حجت دنیا پر پوری کر رہے ہیں۔ اس لحاظ اور معنی سے بطور ظل و تبعیت وہ آیت شریفہ آپ کے حق میں بھی ہے جیسی کہ وہ آیت خلفاء راشدین کے حق میں بھی تھی۔ ہاں اسبات کے اعتراف سے چارہ نہیں اور اسکا اعتراف نہ کرنا واقعات حقہ سے انکار کرنا ہے کہ آپ اسوقت بلحاظ مناسبت وقت کے مظہر اتم اور مصداق اکمل ہیں اس مفہوم اور معنی کے جو اس آیت کا اصلی مقصد ہے۔ اسکو صاف لفظوں میں یوں تعبیر کر سکتے ہیں کہ آپکو اسباب تکمیل اشاعت جو خدا تعالے کی حکمت کے اقتضاء سے بہت زیادہ میسر آئے ہیں اور وقت اور زمانہ بھی اسی امر کو چاہتا ہے۔ پھر باینہمہ حضرت موعود کی کارگذاری وہی کارگذاری ہے جو قرآن کریم کی تعلیم اور حضرت حامل قرآن علیہ صلوات الرحمن کی عمل نے کی۔ اور ساری خوبیوں اور محامد کے مستحق اولا و اصلا و بالذات ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور کوئی نہیں۔ میں تعجب کرتا ہوں کہ لوگوں کو اس دعوی سے اضطراب کیوں ہوتا ہے۔ وہی شریعت اور اسکے شعائر اور وہی قرآن کریم۔ اُسی کی حمایت اور اُسی کیطرف سے مدافعت۔ یہی وہ صحیح سچ ہے جسے یہ دعوی کرنا بجا ہے اسلیے کہ اس کا عمل اور ۲۶ برس کا عمل اسکا ثابت کرتا ہے کہ میں شریعت اور قرآن کی باتیں پوری کرتے آیا ہوں۔ اور میں شخص سچ کہتا ہوں ...

تک قرآن کریم کا ایک شعشہ بھی منسوخ یا کالعدم نہیں ہوگا

یہ وہ باتیں ہیں جو حسن و دلائل کے ساتھ حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کی تصانیف میں جابجا ملتی ہیں اور دلوں کو ٹھنڈک اور آنکھوں کو نور بخشتی ہیں۔ جب یہ حال اور یہ عمل ہے تو کیونکر کوئی شخص اس گمان کرنے کا حق رکھ سکتا ہے کہ حضرت اقدس کا یہ دعویٰ ہے کہ آیت **ھو الذی ارسل رسولہ** الآیہ میرے ہی حق میں ہے حضرت غلام احمد نے ازل سے احمد کی غلامی کی مہر اپنے حال اور قال کے سراپا پر لگا رکھی ہے۔ اس کا اپنا کچھ بھی نہیں جو کچھ ہے احمد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور جو کچھ وہ کر رہا ہے اسی کے لیے کر رہا ہے جیسا فوج کی کارروائی جو تحت اثر سلطنت کی تقویت و تائید کے لیے ہو رہی ہے اس حقیقی بادشاہ کی کارروائی اور اسی کے لیے ہے جس کے زیر حکم وہ کام کر رہی ہے۔

غرض آپ کا دعوےٰ تکمیل اشاعت دین ہے نہ تکمیل دین۔ آپ کے نزدیک لعنتی ہے جو یہ دعوےٰ کرے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور نبی مستقل نیا ہو یا پرانا ہو سکتا ہے یا ہوگا اور قرآن کریم کے سوا کوئی اور کتاب پیروی کے قابل ہے یہ دعویٰ نرا دعوےٰ ہی نہیں اس دعویٰ کے یعنی آپ کی عملی زندگی کو سالہا سال سے لاکھوں آدمیوں نے دیکھکر اقرار کیا ہے کہ آپ اپنے دعوے میں صادق ہیں۔

علاوہ بریں غور سے دیکھنا چاہیے اور مبارک ہے وہ دل جس میں حقائق اشیاء میں غور و فکر کا مادہ ودیعت کیا گیا ہو کہ اس وقت زمانہ کی حالت کیسی ہے۔ کفر اور شرک کو دیکھو کہ اس نے بنی آدم کے اغوا اور اضلال کے لیے کس کس قسم کے ہر ڈھب برتے اور کیسی حیرت انگیز ایجادیں کی ہیں۔ کیا کوئی گواہی دے سکتا ہے کہ ایسے تیز اور جان ستاں حملے اور سفاکانہ ترکتازیاں اس کی طرف سے کبھی کسی زمانہ میں خدا تعالےٰ کی مقدس و مبارک کتاب اور برگزیدہ رسول پر کی گئیں۔ کیا کبھی اس قدر بے انتہا مخارق سے اس کی شوکت اور سحر کے آگے اس نیازمندی اور خشوع و خضوع سے گردنیں جھکائیں۔ کیا اس کی سحر آفرینیاں ہزاروں رنگوں میں بنی آدم کے قلوب کی تسخیر کے لیے کوئی اپنا نظیر گذشتہ زمانہ میں پیش کر سکتی ہیں۔ آج اس زمانہ میں نبوت اور کتاب اللہ اور اس کے مسائل بیہودہ اور اس کی اخلاقی تعلیمیں کیا وزن رکھ سکتی ہیں جبکہ نہیں حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ کی پاک ذات پر ایمان لانا اور اسے جزئیات کا عالم ماننا اور اس کی نسبت اعتقاد رکھنا کہ وہ متصرف اور مدبر بالارادہ اور متکلم اور حی و قیوم ہے مضحکہ اور لغو خیال سمجھا جاتا ہے۔ اکثر بیباک ماننے والے بڑا احسان کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ ہاں ایک طاقت ہے مگر ذرات کائنات پر ہر آن اسے حاکم اور متصرف

ماننا دانشمندی کے خلاف کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں کیا ضروری نہیں تھا کہ خدا تعالےٰ اپنے دین اور کتاب اور نبوت کاملہ کی حفاظت اور تائید کے لیے کفر کے بالمقابل اسی راہ کر معارف اور حقائق پیدا کرتا کیسی ظلم یا نافہمی کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کے فعل میں عجیب انگیز ایجادات کو دیکھا جائے اور تسلیم کیا جائے اور مان لیا جائے کہ عقلیں شائستگی اور صنعتوں میں معراج کو پہونچ گئی ہیں اور باب دشوار ہے کہ اتنی تیز رفتار ترقی کے بعد صدیوں پیچھے ہٹ جانے پر مجبور کی جائیں۔ یہ ایسا قول ہے کہ ہزاروں نوجوان بڑی دلیری سے علانیہ منہ سے نکالتے اور بڑی بڑی انجمنوں کے سٹیجوں پر لکچراروں کی شکل میں بڑے دلربا انگیزوں سے تقریروں میں بیان کرتے ہیں اور علما اور اہل ملت سنتے ہیں اور مہر سکوت توڑ نہیں سکتے۔ بڑے بڑے فخر قوم مانے گئے نوجوان جن کی دنیوی عظمت اور پوزیشن کو قارون بنی اسرائیل کی طرح رشک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اسلامی شعائر کو فضول اور قوم کی ترقی کی راہ میں روک کہتے اور انگریزی اخباروں میں اپنے خیالات کو شائع کرتے ہیں۔

غرض ایک کالی گھٹا ہے جو اسلام کے آسمان پر چھا رہی ہے اور دل اور طبیعتیں چار و ناچار کسی نہ کسی رنگ میں قائل ہو رہی ہیں۔ کیا کسی اہل دل کا ایمان پسند کر سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے زمانہ کے تقاضا کے موافق ایسے ہی زور و شور کی کوئی کارروائی نہیں ہونی چاہیے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے حسب وعدہ **انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون** قرآن کریم اور اسلام کی حفاظت اور تائید کے لیے وہ کفر شکن اسباب تیار کیے ہیں جو کسی زمانہ میں نہیں ہوئے تھے۔

علاوہ بریں یہ سنت اللہ ہے کہ انسانی عقلیں اور فہم رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہیں خدا تعالےٰ کے کلام میں اس کے کام کی طرح ہر قسم کے حقائق و معارف کا سامان موجود اور مرکوز ہوتا ہے مگر حسب اقتضائے زمانہ ان دفائن و خزائن کا طلسم توڑا جاتا اور وہ قیمتی چیزیں سالہا سال تاریکی میں محجوب رہنے کے بعد ایک وقت روشن سطح پر لائی جاتی ہیں۔ اس مرکز میں خدا تعالیٰ کا کلام اور کام یکساں کھڑے ہوتے ہیں۔ اس بات کو ملحوظ رکھکر آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ اس وقت جن معارف اور حقائق قرآنی کے چہرہ سے نقاب اٹھایا گیا ہے اور جس طرح کتابہ اور سوا صحیح حجت مذاہب باطلہ پر پوری کی گئی ہے پہلے زمانوں میں اس کی ضرورت تھی اور نہ وہ باتیں ظہور میں آئیں حضرت خلیفۃ اللہ علیہ السلام نے تو ہر قسم کے ممکن اعتراض کی پہلے ہی سے بیخکنی کر دی ہے

جبکہ براہین احمدیہ میں مدتوں پہلے آپ کی نسبت یہ خدا کا کلام لکھا ہوا موجود ہے کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتبارک من علّم و تعلّم یعنی ہر برکت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات سے ہے سو پاک کتنا وہ جو معلم ہے یعنی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور وہ جس نے اس معلم سے سیکھا یعنی حضرت غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ خدا تعالیٰ کی اس وحی کو دیکھکر کوئی افترا پسند سنگدل ہی ہو جو یہ کہنا روا رکھے کہ حضرت اقدس کا کوئی مستقل دعوےٰ ہے۔ آپ بار بار اشتہار اور سیکڑوں کتابوں میں رسالوں میں اشتہاروں میں اور تقریروں میں بیان فرما چکے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے سوا اگر کوئی شخص بالاستقلال ولایت یا نبوت کے دعوے کا علم کھڑا کرے وہ مردود اور مخذول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس اسرائیلی مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آنے کو حضرت ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی شان کی ہتک اور اہانت سمجھتے ہیں۔ اور ان الفاظ کو جو خدا تعالیٰ نے آپ کی نسبت آپ کی وحیوں میں فرمائے ہیں جیسے نبی۔ رسول۔ جری۔ اور یہ کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے نام آپ کو دیے گئے ہیں عین راستی سمجھتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی کا موجب اعتقاد کرتے ہیں۔ اسلیے کہ آپ کا دعوےٰ اور اس دعوے کا ثبوت اور شاہد آپ کا عمل ہے کہ آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تربیت کردہ اور آپ کے دبستان کے شاگرد رہیں۔ جیسے فرماتے ہیں۔

دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستان محمد

مجھے امید ہے کہ سعید دلوں کے لیے آپ کا یہ بیان کافی ہوگا اور پاک اور رکھتر قلوب اس خط سے فائدہ اٹھائیں گے۔ خدا تعالےٰ آپ کو بھی اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور ان زہروں سے بچائے جو اس وقت بعض شہروں میں طاعون کی طرح لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ والسلام

خاکسار عبد الکریم

# یاد دہانی

ہمارے خوش معاملہ خریدار جنہوں نے ابھی تک حسابی باقی کرنیکی فکر نہیں کی ہے اس غرض کیلئے مطبع جو وی پی جاری کرتا ہے انہیں وصول کر کے خاص عنایت کریں (ایڈیٹر)

# ہمارے بزرگ احباب اس طرف توجہ کریں

احمد نور کابلی کی نسبت میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جبکہ حضرت خلیفۃ اللہ علیہ السلام نے تذکرۃ الشہادتین میں احمد نور کو قوم سے اور قوم کو احمد نور سے معرفی کرا دیا ہے تو مجھے ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ میں اس کی تعریف میں خامہ فرسائی کروں اتنا بھی اور قوم کی توجہ کیلئے اس سے زیادہ تعریف کی ضرورت ہی نہیں کہ احمد نور حضرت عبد اللطیف شہید کا سچا عاشق شاگرد اور حضرت خلیفۃ اللہ علیہ السلام کی عشق و محبت کا اپنی جماعت میں ایک نمونہ ہے۔ احمد نور مع اپنے بڑے عیال اور اس عیال کے ہجرت کر کے قادیان میں سکونت پذیر ہے مکان کی تنگی کی وجہ سے ابتک ان سرزمین میں جگہ ہے رہنے والوں نے بہت تکلیف اٹھائی ہے اور آئندہ موسم گرما کی شدت کو دیکھ کر نہیں ناقابل برداشت مصیبت کا سامنا نظر آتا ہے۔ ان ملاحظات کی وجہ سے یہاں کے بعض گرامی قدر دوستوں نے ان مہاجرین کیلئے ایک مکان بنوانے کی تجویز سوچی ہے جس پر دو سو روپیہ صرف ہوگا جن لوگوں نے اس کار خیر میں چندہ دیا ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں آپ سب مکرم بزرگ جس قدر جلد ممکن ہو جو کچھ بن پڑے بنام مولوی محمد علی صاحب ارسال کریں۔ والسلام

خاکسار عبد الکریم

حکیم فضل الدین صاحب — کے وصولی
میاں غلام غوث صاحب — عام وصولی
سید محمد علی شاہ صاحب — صہ
محمد علی صہ — محمد صادق صہ

# موجودہ اہل اسلام کی روحانی حالت

اے ناظرین یہ ایک مشکل کام ہے کہ سارے جہان کے مسلمانون کی روحانی حالت و ضرورت وغیرہ کا پورا پورا اندازہ کیا جاسکے ہم اتنا بات تو ضرور ہو سکتے ہین کہ اپنے چارون طرف جو حالت ہے اسکو غور سے دیکھین اور اسکا کچھ تھوڑا اندازہ کر سکین۔ اسلئے ہم یہان پر ہندوستان کے مسلمانون کی اخلاقی اور روحانی حالت پر غور کرتے ہین اور دریافت کیا چاہتے ہین کہ ہماری کیا حالت ہے اور ہماری کیا ضرورتین ہین۔ اسلام پر تیرہ سو برس سے زیادہ گذر چکے ہین اس عرصے مین ہر طرح کی آفتین اور مصیبتین وقتاً فوقتاً مسلمانون پر آئی ہین۔ کبھی کوئی اندرونی جھگڑے ایسے پیدا ہوئے ہین کہ ہزارہا بلکہ لاکھون جانین تلف ہوئی ہین کبھی کسی بیرونی دشمن نے آکر تباہ کیا ہے اور ہزارہا لاکھون مسلمانون کے گھرون اور خاندانون کو تباہ اور برباد کر ڈالا ہے کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ دشمنون نے مسلمانون کے مفتوحہ ملکون کو چھین لیا اور انہین اپنے گھرون سے نکالدیا اور جلاوطن کر دیا ہے۔ انکے سارے مال اور اسباب لوٹ لئے ہین ہزارہا لاکھون کو غلام بنا لیا ہے۔ زمانہ دراز تک مسلمان قیدیون کو غلامی کی ذلت و تکلیف اٹھانی پڑی ہے غرض اس تیرہ سو برس کے عرصے مین انواع و اقسام کی تکلیفین اور مصیبتین مسلمانون پر آئی ہین۔ جن سے مسلمانون کو سخت سے سخت مالی و جانی نقصان اٹھانا پڑا ہے لیکن جو مصیبت و بلا آجکل ہندوستان کے چھ کروڑ مسلمانون پر ہے اسکی نظیر ایک بھی نہین ملتی ہے سابق مین جو بلا و مصیبت آئی تھی اسکا صدمہ صرف جان و مال پر ہوتا تھا۔ لیکن آج جان و مال نہایت امن و امان مین ہین۔ مگر جان و مال سے بڑھ کر پیاری اور قابل قدر جو چیز ہے اس پر حملہ ہوتا ہے اگلے زمانہ مین لاکھون مر گئے۔ لیکن وہ مرکے شہید ہوکر۔ مرنا تو سبکو ایک دن ضرور ہے لیکن الحمدللہ وہ بہادر مرے۔ وہ اللہ کے عاشق مرے۔ وہ ایسا مرے کہ انکو مردہ کہنا حرام ہے۔ وہ ایسا مرے کہ اُس مرنے کی ہر مسلمان ایماندار کو دلی تمنا ہے۔ وہ ایمان سلامت لے گئے۔ کیا جان و مال۔ عزت و آبرو۔ ان سب سے بڑھکر پیارا کرانے کی چیز ایمان انکو سلامت رہی ہے اگلے زمانہ مین اگر جسمانی مصیبتین مسلمانون پر پڑتی تھین تو وہ صابر رہے اور صبر والون کا بدلہ بے حساب ہے۔ غرض اگلے زمانہ کے مسلمان ظاہراً برباد و تباہ معلوم ہوتے تھے لیکن انکا ایک حبہ بھی برباد نہین ہوتا تھا کیونکہ ان کی اصل چیز سلامت رہتی ہے۔ مسلمان غلام ہوگئے لیکن اپنی ایمانی قوت سے اپنے کافر آقاؤن کو اللہ کا غلام بنا چھوڑا اسلئے حقیقت مین وہ مفتوح ہوکر بھی فاتح ہی رہے۔ سبحان اللہ مومن ہونا بھی کیا ہی نعمت ہے سچ پوچھو تو مومن کامل مفتوح ہوتا ہی نہین۔ موت کو اگر ... والدو تو بھلا ہی ہے۔ لیکن ہم ہندوستان کے مسلمانون پر جو تباہی آئی ہے جس بربادی مین ہم گرفتار ہوئے ہین اگر خدا ہی اپنی قدرت سے ہمین بچانے تو بچانا کہین بھی پتہ لگتا ہوا نظر نہین آتا۔ ہم پر وہ چو طرف طوفان آیا ہے کہ ہم سب کا ایمان ہی رخصت ہوتا نظر آتا ہے۔ ہمارا ایمان ایک سپاہی کی حالت مین معلوم ہوتا ہے جو چارون طرف کے اُس پر دشمن ٹوٹ پڑے ہین۔ اب ہم مختصر طور پر ان متفرق دشمنون کا کچھ حال بیان کرتے ہین۔

## پہلا دشمن یورپین علوم و فلسفہ

جب یورپ مین علم کی روشنی پھیلی تو عیسائی مذہب کے بوعے نامعقول عقیدے مثلاً خدا کا ایک بھی ہونا تین بھی ہونا سارے جہان کے لئے ایک معصوم شخص کا مر کر کفارہ ہونا وغیرہ وغیرہ ایسی زکل عقاید سمجھدارون اور ذی علمون کو سراسر لغو معلوم ہوئے پادری صاحبون نے بچپن ہی سے اسلام کی طرف سے سکو بڑے درجے کا بدظن کر رکھا تھا۔ بیچارے کر ہی کیا سکتے ناچار سوچ بچار کر مذہب ہی کو ڈھکوسلہ سمجھ لیا ڈارون۔ ہکسلی۔ ٹنڈل۔ کومٹی وغیرہ نے عقلی گھوڑے بہت کچھ دوڑائے لیکن جیسا کہ سلامتی کو دربار الہی سے ذلت اور ناکامی کا خلعت عنایت ہوتا ہے ویسا ہی ہوا۔ کوئی دہریہ ہو گیا کوئی ... کے اتحاد کو مین جا گرا۔ کسی نے اپنے دل سے ایک مذہب گھڑ لیا۔ غرض عجب طوفان بے تمیزی پیدا ہوگیا سارے یورپ مین ایسے بیدین ایسے گمراہ ایک دو نہین ہین لاکھون بلکہ کروڑون ہین۔ ان گمراہون کی تصنیف کردہ کتابین سارے جہان مین پھیلی جاتی ہین۔ ان لوگون نے ماہواری رسالے جاری کئے ہین جنمین نہایت آزادی کے ساتھ اپنے گھڑے ہوئے فلسفے کو چلاتے ہین ایمان کی ان باتون پر جو اصل اصول ہین سختی سے حملہ کرتے ہین ان مولویون مین عجب طرح کی فرعونیت ہے۔ ہر ایک اپنے کو لقمان و افلاطون سے بڑھ کر سمجھتا ہے۔ سارے جہان کے آدمیون کو نہایت نفرت و حقارت سے دیکھتا ہے۔ انکی تحریر مین تلخی اور گھمنڈ بھری رہتی ہے اور یہان سائنس کی دھجیان اڑاتی۔ خدا کے ماننے والون کو تمسخر کی راہ سے بیوقوف اور ... دینا ان کی روزانہ مشغلہ ہے۔ اسی قسم کے علم اکثر ہمارے کالجون مین تنزیل ... لکھتے ہین۔ مسلمانون کے بچے ان سے تعلیم پاتے ہین۔ جو قوم برسر حکومت ہوتی ہے اسکی عظمت خواہ مخواہ محکوم کے دلون مین ہوتی ہے۔ پھر طالب علم اپنے اوستاد کو کس وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہین ظاہر ہے غرض ہماری قوم کے ہونہار طالب علم پڑھتے ہین۔ ایف۔ اے۔ بی۔ اے کی ڈگریان حاصل کرتے ہین بیدینی اور دہریت۔ اپنے اوستادون کے رنگ مین پورے رنگے جاتے ہین۔ الہی اللہ مسلمانون کی ہزارون بچے اسلام سے ایسا نکل گئے ہین کہ ان کے دلون کو اللہ اور اُس کے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کچھ بھی تعلق ہی نہ تھا۔ اب علی العموم یہی نوجوان معزز عہدون پر ممتاز ہوتے ہین۔ کوئی منصف ہے کوئی ڈپٹی مجسٹریٹ ہے۔ کوئی مجسٹریٹ ہے کوئی جج ہے۔ کوئی ہائیکورٹ کا جج ہے۔ کوئی وکیل درجہ اعلیٰ ہے۔ کوئی بیرسٹر ہے۔ چھوٹے لڑکے جو ابھی نچلی کلاسون مین پڑھتے ہین۔ ان اپنے بڑے بھائیون کو برسر عزت دیکھکر انکی دل سے عزت کرتے ہین۔ عظمت بھری ہوئی دلمین جو بات ڈالو وہ گھر کر بیٹھ جاتی ہے۔ بڑے بھائی اپنے چھوٹے بھائیون کو اپنی عملی حالت سے انگریزیت کا نقال اور شرابی بناتے ہین اور اپنی گفتگو اور فلسفیانہ تقریرون سے دہریہ اور منکر خدا و رسول بناتے ہین اور یہ سلسلہ بڑے زور شور سے جاری ہے۔ آزادی کا نہ بانو ہے کسی کو روکنے ٹوکنے کا کوئی مجاز نہین۔ ایک بھلا آدمی کے گھر دو لڑکے ہوتے ہین۔ ایک ذہین دوسرا بھدا۔ تو ضرور وہ ذہین کو کالج مین داخل کرتے ہین۔ اور بھدے کو کسی مدرسے مین علم دین سیکھنے کے شغل مین لگا دیتا ہے۔ ایک بھائی صاحب یورپ کا فلسفہ یورپ کی منطق پڑھکر اچھے دہریہ ہو کر پورے رنگ مین رنگین نکلے۔ ادھر ہمارے مدرسون کی جیسی پڑھائی ہے معلوم۔ دوسرے بھائی عربی کی کتابون کی ورق گردانی تو کر گئے فضیلت کی پگڑی بھی بندھ گئی۔ لیکن مولوی صاحب کو نہ عقل ہے نہ سمجھ۔ اعتراضون کا معقول جواب سوجھتا ہی نہین صرف غصے مین لال پیلا ہونا جانتے ہین گردن کی رگون کو پھلا پھلا کر ... زیادہ تنگ کرو۔ قائل کرنا چاہو۔ تو فتویٰ کفر کی گولی داغ ہی دینگے۔ ان دو بھائیون کی تقریرون کو سنکر چھوٹے چھوٹے لڑکے جو اسکول کلاسون مین پڑھتے ہین آپس مین کہتے ہین ہمارے انگریزی دان ماموں یا چچا (غرض جو رشتہ ہو) تو نہایت معقول کہتے ہین لیکن ہمارے مولوی ماموں یا چچا (غرض جو رشتہ ہو) صرف غصہ ہونا جانتے ہین سمجھانے کی ایک بات بھی نہین کہتے۔ ای ناظرین غور کا مقام ہے جو نقشہ زمانہ موجودہ کا ہم نے کھینچا ہے۔ صحیح ہے یا نہین۔ فرمائیے اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو اس کا آخری نتیجہ کیا ہوگا۔ اگر دل مین کچھ بھی اسلام کی ہمدردی ہے تو ذرا کلیجہ تھام کر ... کا تھوڑا سا ہے یہ سلسلہ تعلیم ... رک نہین سکتا حاکم کی زبان سے ... نفرت ... گذر سکتی ہے۔ یورپ کے فلسفہ کا ... جاری ہے آئندہ نسل ... یہ تو ایسا ہے کہ ... اس خاکسار کی ایک بہت ہی ... تعلیم یافتہ نام کے مسلمان کو لیتا ہے ... فلسفہ یورپ کے آگے اسلام ... ہے کہ اگر کوئی عیسائی ہو جاتا ہے تو وہ ... لیتا ہے۔ اگر ہم مسلمانون ہی کا کوئی شخص ... ملعون ہو جاتا ہے تو ہماری جماعت سے ... مدار ہماری قوم پر کچھ نہین پڑتا لیکن یورپ کی دہری فلسفے ... گرجہ مین بیٹھا لیتا ہے تو وہ عجب غضب کا منافق ہوتا ہے ... آپکا احمد محمود علی حسین ... نام مسلمانون مین اکثر ... تو جواب دینگے کہ ... دریافت کیجئے عقیدہ ... آپ کا وہ عقیدہ ہے کہ دجال ... اسکو بہر حال ... اتنا خوف نہین ہوتا ... اگر کوئی یہ کہے کہ ہمارا یورپ کا دہری فلسفہ رفتہ رفتہ پھیلیگا تو اس مین صرف ہندوستان کا ... کیا مسلمان صرف ہندوستان ہی مین ہین اور ممالک کے مسلمان دین و ایمان پر قائم ہین ... اللہ کی پرستش کرینگے ... تو یہ جواب نہایت بعید ہے۔ ان شاء اللہ اگر ہمارے دلون مین اسلام کی ذرہ بھر بھی ہمدردی باقی ہے تو ہم کس طرح اپنے بھائیون کی ابدالاباد کی تباہی دیکھکر چین سے سو سکتے ہین۔ کیا کل مسلمان ہمارے بھائی نہین ہین؟ کیا اپنے بھائیون کا برباد ہونا ہمارے دل پر صدمہ پیدا نہین کرتا؟ اے خدا ہمارے دل ایسے پتھر ہو گئے ہین کہ ہم اپنے بھائیون کو ہمیشہ کی موت مرتے دیکھکر آبدیدہ نہین ہوتے ہین۔ اے خدا ہمارے دل کیا پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہین۔ یہ سمجھنا کہ یورپ کے دہری فلسفے کا اثر صرف ہندوستان ہی مین محدود رہیگا انہین لوگون کا کام ہے جو زمانہ موجودہ کی چال پر غور سے نگاہ کرنیوالے نہین ہین۔ اس زمانہ مین جو کلین ایجاد ہوگئی ہین ... دوری سمٹ گئی ہے ہندوستان ہی مین دیکھئے کلکتہ سے بمبئی چودہ سو میل ہے مگر صرف ... گھنٹون کی راہ ہے ... گھنٹون کی راہ ہے۔ یہ حساب بھی ٹھیک نہین ہے ... اب کئی مہینون کا سفر نہین ہے بلکہ صرف کئی دن کا ہے کہان لندن اور کہان بمبئی؟ صرف ... دن مین آدمی پہونچ جاتا ہے۔ سفر کے وسائل آسان اور محفوظ ہوجانیکی وجہ سے ایک قوم دوسری سے ملتی ہے ایک کے خیالات دوسرے مین پھیلتے ہین چھاپہ خانہ کی ذریعہ کتابین بہت جلد ایک سے لاکھ ہوجاتی ہین جہاز ادھر ایک کتاب کو دو ہی ملکون مین پہونچاتی ہین کتاب کی تجارت مین نفع کی صورت دیکھکر مترجم ترک ... کھڑے ہین۔ غرض اس آزادی فاسد اور ترقی علوم و فنون کے زمانہ مین یہ خیال کرنا کہ دہریت اور فلسفیت کا اثر زمین کے کسی خاص ٹکڑے مین محدود رہیگا سمجھدار کا کام نہین ہے۔ ای پیارے ناظرین یورپ کا فلسفہ جس مستعدی کے ساتھ تمہارے ایمان کے قلعہ پر گولہ باری کر رہا ہے

+ مگر ہندوستان کے مسلمانون کی روحانی حالت کا پورا اندازہ ہو جائیگا۔ مگر ہندوستان مین جو روحانی امراض پھیلے ہین انہین ہم بخوبی سمجھ جائینگے۔ تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہین کہ یہی حالت اور ملکون کی بھی ہوگی اگر نہین ہے تو ہونیوالی ہے کیونکہ اسٹیمر۔ ریل گاڑی۔ چھاپہ خانہ۔ ڈاکخانہ۔ تاربرقی اخبار وغیرہ اسباب کے توسل سے ہر قسم کی بیماریان ایک ملک سے دوسرے ملک مین بہت جلد پھیلتی ہین ... لیکن زمانہ موجودہ کو علوم و فنون کی برکت سے سب زمین ایک ہی سطح تختے پر جمع ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ جو رنگ ایک قوم کو ہوا ہے وہ دوسری کو ضرور ہوگا ... میدان مین رہکر کب تک ایک دوسرے سے علٰحدہ حالت مین محفوظ رہ ... موقوف ہین اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جس قسم کی مصلح کی بکو ضرورت ہے اُسی مصلح یا اس ڈھنگ کی مصلح کی ہر ایک کو اہل اسلام کی اصلاح ہوگی۔

# مختصر نوٹ اور نکات

**اسوقت** مذاہب مختلفہ کی ایک عالمگیر جنگ شروع ہوئی ہے بعض انہین سے اپنی جگہ اپنے مذہب کی تائیدون کیلئے کوئی کتاب بھی پیش کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہہ الہامی ہے۔

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے اہل عالم اس سے بالکل بے خبر تہے کہ **الہامی کتاب** کی عظمت اور سچائی کے اظہار کا کیا طریق ہوتا ہے۔ اور ون کو چہوڑ کر خود مسلمان اپنے ہاتھ مین خدا تعالے کا کلام رکہتے ہوئے بہی ان دلایل سے ناآشنا محض تہے جو کسی کتاب کے منہاج اللہ ہونے کے اعجازی دلایل ہوسکتے ہین لیکن مسیح موعود نے اکل ادیان و ملل کے گہر مین ماتم برپا کردیا جب اپنے کہا کہ الہامی کتاب کا سب سے پہلا ثبوت یہہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے **دعویٰ** اور **دلیل** کو آپ ہی بیان کرتی ہے۔ اور صحیفہ اپنا ثبوت ہر ایک پہلو سے آپ ہی دیتی ہے پس جسکو یہ دعوی ہے کہ وہ اپنے پاس کوئی الہامی کتاب رکہتا ہے وہ اس معیار پر میرے سامنے اگر اپنی کتاب کو پیش کرے۔ یہہ صدا ایک مدت سے مذہبی دنیا مین گونج رہی ہے مگر اولوالعزم کتابوں کا جواب ادک۔ ان لوگون کیلئے جو دوسرے مذہب والون سے گفتگو کرنے کا موقع رکہتے ہین یہہ اصل خوب یاد رکہنا چاہئے اور سب سے پہلے اسی اصل پر گفتگو کرنی چاہئے یہہ ایک ایسا حربہ ہے کہ کوئی باطل اسکے سامنے ٹہیر ہی نہین سکتا۔

**اللہ تعالےٰ** کی طرف سے آنیوالی کتاب کی پہلی نشانی **علیٰ طاقت** ہی تو ہوتی ہے اور یہہ کبہی نہین ہوسکتا کہ ایک کتاب جو **الہامی** کتاب ہو اور انسان کی نجات کا کامل ہدایت نامہ ہو باوجود الہامی ہونے اور منہاج اللہ کہلانے کے کسی سچائی کے بیان مین جو عقاید دینیہ کی ضروریات مین سے ہے قاصر ہو یا ایک انسانی کتاب کے مقابلہ پر تاریکی اور نقصان کے گڑہے مین گری ہوئی ہو بلکہ **آسمانی** کتاب کی سب سے پہلی **نشانی** ہے کہ جس عقیدہ اور نبوت کی اس نے بنیاد رکہی ہوئی ہے اسکو معقولی طور پر ثابت کرتی ہے کیونکہ اگر وہ اپنے دعاوی کو ثابت نہین کرتی بلکہ انسان کو گرداب حیرت مین ڈالتی ہے تو ایسی کتاب کو منوانا اکراہ اور جبر مین داخل ہوا جو کتاب اللہ کی شان سے گری ہوئی بات ہے کیونکہ کتاب اللہ ہرگز ہرگز انسانون کی طبیعت پر کوئی ایسا جبر نہین ڈالتی کہ وہ بعید از فہم اور خلاف عقل باتون کے تسلیم کرنے پر مجبور ہون یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے جہان **لا اکراہ فی الدین** کی تعلیم دی اوسکے ساتہہ ہی **لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا** فرمایا۔

پس غور کرکے دیکہو تو معلوم ہوگا کہ ہمارا قلب بڑے زور شور کے ساتہہ یہی شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے آنے والی کتاب کے چہرہ کا حقیقی حلیہ یہی ہے کہ وہ اپنی روشنی سے علمی اور عملی طریقون مین **حق الیقین** کا آپ راہ دکہاتی ہے اور پوری بصیرت بخشکر اسی جہان مین بہشتی زندگی کا نمونہ قایم کردیتی ہے کیونکہ خدا کی کتاب کا **زندہ معجزہ** یہی ہے کہ وہ علم اور حکمت اور فلسفہ حقہ کی معلم ہو اور جہانتک ایک سوچنے والے کیلئے روحانی حقایق کے سلسلہ کا پتہ لگ سکتا ہے وہ ان تمام حقایق کی جامع ہو۔ اور صرف مدعی نہو بلکہ اپنے ہر ایک دعوی کو ایسی طرز سے ثابت کرسکے کہ پوری تسلی بخش دے اور جس تعمق اور امعان کے ساتہہ اس پر نظر ڈالی جاوے صاف دکہلا دے کہ فی الواقعہ وہ ایسا ہی معجزہ اپنے اندر رکہتی ہے کہ دینی امور مین انسانی بصیرت کو ترقی دینے کیلئے اعلےٰ درجہ کی مددگار اور اپنے کاروبار کی آپ ہی وکیل ہے۔

**یہہ عظیم الشان اور بین** نشان کتاب اللہ کی شناخت کا ہی۔ اسوقت جو کتابین پیش کیجاتی ہین کہ وہ منجانب اللہ ہین ان کے حامیوں اور معلمون سے جب پوچہا جاوے کہ کیا تم اس معیار پر اپنی کتاب کو پیش کرسکتے ہو؟ تو جواب نہین دیتے ہین سنہ ۱۸۹۳ء مین بمقام **امرتسر** حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عیسائیون سے مناظرہ ہوا تہا سب سے پہلے حضرت اقدس نے یہی اصل پیش کی اور اس اصل پر انجیل کی صداقت کو انہون سے پوچہا جاتا مگر انجیل جو چند مقالون اور بے مطلب قصون کے سوا کچہہ بہی نہین اس معیار پر کہان کامل العیار اتر سکتی تہی۔ اس اصل کو سنکر عیسائی مناظرہ مین گہبرا اٹہے اور اس سے پہلے کہ کامل طور پر یہہ اصل پیش کیا جاتا انہون نے اس معیار کو چہوڑنے کی کوشش کی جو خطرناک شکست اور مایوسی کی دلیل تہی۔ حضرت حجۃ اللہ نے اخیر تک اس اصل کو نباہا۔ اور جو دعوے کیا قرآن شریف سے۔ اور جو دلیل دی قرآن شریف سے مگر عیسائی بیدست و پا تہے۔ خیالی باتون سے دل لگی کرتے رہے۔ اب بہی اگر کسی عیسائی کو حوصلہ ہو تو انجیلی تعلیم اور حقایق دکہلاوے اور حکمت اور فلسفہ کو بیان کرے اور انجیلی سچائیون کا معقول ثبوت انجیل ہی سے پیش کرے مگر یہہ ناممکن ہے۔ **کبہی بہی کوئی عیسائی ایسا نہین کرسکتا**

**ایک** اور قوم جو آریہ کہلاتی ہے وہ اپنے پاس **وید نام** ایک کتاب رکہنے کی مدعی ہے لیکن جب اسکو اس اصل پر اپنی کتاب عرض کرنیکیلئے بلایا جاوے تو وہ بہی سخت حیران ہوتی اور کبہی پیش نہین کرسکتی۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ خدا تعالےٰ کی کتاب کا یہہ خاص **نشان** ہے جو دوسرے کے نصیب مین نہیں پایا جاتا۔ اور یہہ فخر صرف **قرآن کریم** کو حاصل ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

**خدا تعالےٰ** کی طرف سے جو لوگ مامور و مرسل ہوکر آتے ہین اُنکی شناخت کا پہلا نشان یہہ ہوتا ہے کہ وہ اسوقت مبعوث ہوتا ہے جبکہ اس قوم کی حالت دینداری جسکی طرف وہ مبعوث کیا گیا ہو۔ تباہ ہوچکی ہو۔ اور وہ اللہ تعالےٰ سے دور ہوگئی ہو اس کے تمام معاملات۔ معتقدات عبادات مین خطرناک نقص واقع ہوچکا ہو۔

چنانچہ ہمارے سید و مولا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت دنیا مین آئے کہ **ظہر الفساد فی البر والبحر** کا وقت تہا۔ نہ صرف عرب بلکہ کل دنیا کی اخلاقی اور روحانی حالت بگڑ چکی تہی۔ اور آپ اس وقت دنیا سے اُٹہے جب کہ دین کامل ہوچکا اور اتمام نعمت ہوچکی۔

لیکن اگر اس معیار پر یسوع کی نبوت اور خدائی کی پڑتال کیجاوے تو وہ ایک سکہ قلب سے زیادہ ثابت نہین ہوگا۔ کیونکہ انجیل کے مطالعہ اور یسوع کی لائف کے پڑہنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہود کو کوئی بہی الزام نہین دیسکے جس سے ثابت ہوتا کہ انہون نے اپنے اعتقادات بدل ڈالے ہین اور وہ توریت کو چہوڑ کر کسی اور کتاب کو ماننے لگے ہین کوئی اس قسم کا الزام یہودیون پر قایم نہین کیا جو انکی ضرورت کا داعی ٹہیرتا بلکہ خود ان کی تصدیق کی کہ فقیہہ اور فریسی موسےٰ کی گدی پر بیٹہے ہوئے ہین۔ تو اس حیثیت اور ضرورت کے لحاظ سے یسوع کی نبوت یا خدائی کی عدم ضرورت ثابت ہوتی ہے پہر دوسری دلیل سچے نبی کی سچائی پر یہ ہوتی ہے کہ وہ کامل اصلاح کا ایک بہاری نمونہ پیش کرتا ہے۔ لیکن جب اس معیار پر یسوع کی زندگی کو دیکہا جاوے تو بجز نفی کے اور کوئی جواب ہی نہین۔ عیسائی صاحب خود مہربانی کرکے ہمین بتائین کہ وہ یسوع کی لائف مین انکی اصلاح کا کامل نمونہ کیسے پیش کرتے ہین۔ انہون نے کیا اصلاح کی کتنے لاکہہ یا ہزار آدمیون نے انکے ہاتہہ پر توبہ کی؟ دوسرے لوگون کو چہوڑ کر اگر صرف خاص اشخاص بارہ حواریون ہی کو دیکہا جاوے اور ان کے اعمال نامہ کی پڑتال کیجاوے تو دل کانپ اٹہتا ہے اور افسوس ہوتا ہے کہ یہہ لوگ کیسے بیگر اسقدر اخلاص کا دعوے کرکے پہر ایسی ناپاکی دکہا دین جسکی نظیر دنیا مین نہین کہ تیس روپے لیکر ایک سچے نبی اور پیارے رہنما کو خونیون کے حوالہ کر دیا حواری کہلانے کی یہی حقیقت تہی؟ کیا لازم تہا کہ پطرس جیسا حواریون کا سردار اپنے مرشد کے سامنے کہڑا ہوکر اون پر لعنت بہیجے جہانتک اس امر پر غور کرتے جاؤ یہ پہلو اصلاح کا ایسا **کمزور** اور بودا ثابت ہوتا ہے کہ کسی طرح سے یسوع کو اسکی الوہیت تو کجا **نبوت** کے میدان مین بہی کہڑا نہین کرسکتا اسپر تعجب کہ لوگ اسکو خدا مانتے ہین۔ العجب! ثم العجب!!

**ہم** حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام کو اللہ تعالےٰ کا برگزیدہ نبی اور پاک رسول مانتے ہین لیکن ہمارا ایمان **انجیل** کی بنا پر نہین بلکہ اس بنا پر ہے کہ اللہ تعالےٰ کی مجید و حمید کتاب اسے اللہ تعالےٰ کا نبی قرار دیتی ہے۔ انجیلی یسوع کو مسیح ابن مریم کے ساتہہ کوئی تعلق اور نسبت نہین ہے۔ ہم نہین کہہ سکتے کہ انجیل کس کا ذکر کرتی ہے وہ ایسے انسان کا ذکر کرتی ہے جس نے خدائی کا دعوے کیا۔ وہ ایسے شخص کا ذکر کرتی ہے جس کے برخلاف اس کے بہائیون نے جنون کی شکایت کی وہ ایسے شخص کا ذکر کرتی ہے جسکے متعلق وہ بہت سے الزام قایم کرتی ہے۔ حالانکہ قرآن کریم مسیح ابن مریم کو اللہ تعالےٰ کا رسول اور صادق مامور ٹہیراتا ہے۔

**صادقین** کی صحبت انسان کیلئے از بس ضروری اور لازمی ہے جو لوگ کہتے ہین کہ ہمارے لئے قرآن اور حدیث کافی ہے ہمین صحبت صادقین کی ضرورت نہین۔ وہ قرآن کریم کی تعلیم کی بجائے خود مخالفت کرتے ہین کیونکہ اسمین تو بطور امر صاف لکہا ہے۔ **کونوا مع الصادقین**۔ صادقون کیساتہہ ہوجاؤ۔ اور صادق وہ ہین جنہون نے صدق کو علیٰ وجہ البصیرت شناخت کرلیا ہے اور پہر دل و جان سے اوس پر قایم ہوگئے ہین اور یہہ اعلےٰ درجہ بصیرت کا بجز اس کے ممکن نہین کہ سماوی تائید شامل حال ہوکر اعلےٰ مرتبہ حق الیقین تک پہنچا دیوے۔ پس اس معنون کے لحاظ سے صادق حقیقی انبیاء اور رسل اور محدث اور اولیاء کاملین مکملین ہین جن پر آسمانی روشنی پڑی اور جنہون نے خدا تعالےٰ کو اسی جہان مین یقین کی آنکہون سے دیکہہ لیا۔ اس سے بطور اشارۃ النص یہہ بہی پایا جاتا ہے کہ دنیا کبہی بہی **صادقون** کے وجود سے خالی نہیں ہوسکتی کیونکہ دوام حکم **کونوا مع الصادقین** دوام وجود صادقین کو مستلزم ہے۔ اسی کے موافق اللہ تعالےٰ نے اپنا ایک مامور بہیجا ہے تا دنیا اس کی فیض صحبت سے فایدہ اٹہاوے۔

## قرآن کریم

دنیا مین سہل طریق

قاعدہ **یسرنا القرآن** کے ذریعہ جس سہولت اور عمدگی کے ساتہہ قرآن کریم کی تعلیم دیجاسکتی ہے وہ اب مخفی امر نہین رہا اسی قاعدہ کو دیکہہ کر ہمین جس طرز قرآن کریم کا اشارہ کیا ہے محض خدا تعالیٰ کے فضل پر بہروسہ کرکے **یسرنا القرآن** کے مصنف کی کتابت سے ہم ایک قرآن شریف چہاپنا چاہتے ہین جو عمدہ کاغذ پر ۱۸×۲۲ کی تقطیع پر بالفعل بطور نمونہ دو پارے چہاپ دیئے ہین جو لوگ قرآن کریم کی اشاعت کیلئے دلمین جوش رکہتے ہین اگر وہ اس نیک کام مین ہماری حوصلہ افزائی کرین تو اس مشکل کام کا سہل ہوجانا بلحاظ اسباب ممکن ہی اور پہر خدا تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو سارا قرآن شریف چہپ جانا آسان ہے اس نمونہ کے دو پارون کا ہدیہ ہے یہہ پارے بالکل طیار ہین تمام درخواستین دفتر الحکم کے نام آنی چاہئین

# مراسلت

## لاہوری مولوی کے اجتہاد کا نمونہ

ناظرین با تمکین اپنے مولویصاحب کی بڑے حجم والی تفسیر کا [illegible] مطالعہ کیا ہے۔ ہر ایک سیپارہ [illegible] مولانا نذیر احمد صاحب کے ترجمۃ القرآن سے کم نہین۔ گو تیس سیپارہ کی تکمیل [illegible] کے مصداق ہوگی عموماً ناظرین اوس کے معارف تفسیر فصاحت بلاغت کی اعلیٰ [illegible] سے ناواقف ہونگے۔ اس لئے چند باتین بطور اسکے مشتے نمونہ خروارے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں

**واتخذ قوم موسیٰ من بعدہ من حلیہم عجلا جسدا لہ خوار۔** اس کی تفسیر کرتے ہوئے بہت سے اوراق سیاہ کئے ہین۔ ( دیکھو صفحہ [illegible] الجزالثالث ) (آگے لکھتے ہین)

جبرائیل جس گھوڑی پر سوار عرش سے اترے تھے وہ جنت کی گھوڑی مادہ ابلق رنگ تھی نام اوس کا **فرس الحیواۃ** تھا جسجگہ سم اور قدم رکھتی فوراً وہ زمین زندہ ہوجاتی اور اوس پر گل وریحان اور سبزی گوناگون اسیوقت اگتی۔

**سامری** نے اوس کو جب دیکھا شناخت کیا کہ واقعی بڑی بزرگ گھوڑی ہے اوراُس کے پاؤن کی خاک سے ایک مٹھی اٹھا کر۔ گوسالہ کے قالب مین ڈالدی اس لئے وہ عجل صاحب لحم اور جسد ہوا اور اس گھوڑی کو آسمان یعنے جنت سے اترتے وقت خدا نے پروبال لگا دیئے تھے جس کے ذریعہ وہ اڑکر آسمان سے آئی اور ممکن ہے کہ ایک ابر کی جمی ہوئی ٹکڑی پر سوار ہوکر وہ گھوڑی زمین پر اتری ہو۔ فقط

---

ناظرین یہ معارف قرآنی اور حق تفسیر والی مولوی صاحب کی اسپد [illegible] آپ داد دین گے۔

اب سوال یہ ہے کہ جبرائیل اور گھوڑی کا مذکور قرآن مین کہان ہے

**فقبضت قبضۃ من اثر الرسول فنبذتہا وکذلک سولت لی نفسی**

(س ط)

اسمین نہ جبرائیل کا نام ہے نہ گھوڑے کا نہ اوس کے پروبال ہوتے یا ابر کی ٹکڑی پر اترنے کا (فقبضت قبضۃ) مین قبضہ خاک کس [illegible] کا ترجمہ ہے (من اثر الرسول) مین

گھوڑی کے پاؤن کی مٹی کس حیلہ کا مفہوم ہے مولوی صاحب اپنے اثبات دعوے پر محاورہ عرب یا لغت عرب سے کوئی مثال پیش کرسکتے ہین ہم اون کے جواب کے مشتاق ہین مولویصاحب سامری [illegible] کو یہ کس طرح معلوم ہوا کہ گھوڑی کے پاؤن کی خاک مین یہ تاثیر ہے کہ اس [illegible] کیا سامری عالم الغیب تھا الرسول پر الف لام کیا ہے۔ اگر جبرائیل کی گھوڑی [illegible] گھوڑی [illegible] کی نسل [illegible] ہوئی۔ ابتک آسمان گھوڑیون سے بہرا [illegible] سلسلہ توالد وتناسل بھی جاری ہوگا آپ کی کتب حدیث [illegible] ہین کہ جگہ آسمان مین ملائکہ سے خالی نہین جہان کوئی نہ کوئی ملک راکع ساجد [illegible] نہ ہو پہر ان گھوڑیون کے اصطبل اور [illegible] کا کیا انتظام ہے۔ اگر گھوڑے ابر کے ٹکڑے پر اترے تو عرش سے ابر کے ٹکڑے تک کسطرح پہونچے۔ ابر تو آسمان مین نہین بلکہ فضا مین ہے پانچ چہ میل [illegible] اس سے اوپر نہین پہر جبرائیل گھوڑی پر اور گھوڑی ابر کے ٹکڑے پر سوار تہی۔ جبرائیل اصلی [illegible] سوار تھے یا تمثلی جسم سے وہ گھوڑی پر یا ٹکڑہ ابر پر کسطرح سما گئے کیا مولویصاحب یہی جواب دینگے کہ احادیث مین ایسا ہی وارد ہے۔ مگر کیا وہ اپنا قول جو اُسی صفحہ پر درج کر آئے ہین بہول گئے ہین۔

آر واخبار یکہ معارض ومنافی برہان محکم قرآن باشد موضوع ومحقق متروک العمل وجوہا است۔ ہرچند صحیح الاسناد باشد چہ متون آنہا فاسد واز احاد اند واخبار احاد غیر حجت قاطعہ من باب الظنون مے باشند وتمسک وعمل بظن جائز نیست ( دیکھو صفحہ ۱۵۶ سطر ۵ و ۶ )

مولانا صاحب نے اپنی تفسیر مین اس قول کے علاوہ کوئی رعایت مدنظر رکہی ہے۔ (**لم تقولون ما لا تفعلون**۔) کیا آپ کی تفسیر **تفسیر القول ما لا یرضی بہ قائلہ** کے مصداق نہین۔ کیا وہ تفسیر بالرائے نہین **من فسر بالرای فلیتبوا مقعدہ من النار**۔ کیا استدلال بالاحادیث مین اس قول رسول کو آپ نے مدنظر رکہا ہے **قال النبی قد کثر علی الکذابون فما یروی لکم فعارضوہ بکتاب اللہ فما وافقہ فخذوہ واعلموہ وما خالفہ فاضربوہ الجدار واترکوہ**

(تفسیر لاہوری صفحہ ۲۵۱)

مولانا صاحب آپ کی یہہ تفسیر (متون آنہا فاسد) کے مصداق نہین ہے اس سے بڑہکر ناسد اور بیہودہ تحریر اور کونسی ہوسکتی ہے جسکی بیہودگی پر اُس کا لفظ لفظ شاہد ہے

[illegible] علمی اور منبع علم یا امام الوقت علیہ الصلوٰۃ والسلام (فداہ امی) کے مقابلہ [illegible] جرأت [illegible] شرم [illegible] [illegible] دیکہیں اور غور کرنا چاہئے امام الزمان علیہ السلام کے ایک فقرہ [illegible] [illegible] [illegible] یہہ سب اپکا [illegible] ایک [illegible] سکتا۔

(مطلب) (جب موسیٰ علیہ السلام نے [illegible] پوچھا کہ **یا سامری** [illegible] تو نے یہ کیا کام کیا تو اس نے بنایا کہ [illegible] [illegible] (**قال بصرت بما لم یبصروا بہ**) یعنے موسیٰ رسول کے [illegible] ہوتا تہا۔ (**فقبضت قبضۃ من اثر الرسول**) اب سولوی مذہب کے [illegible] ہوئے حصہ کو مین ترک کر بیٹھا ہون۔ (**فنبذتہا**) اور یہہ ترک کرنا میرے نفس کی میری [illegible] بنا کر دکہلائی۔ (**وکذلک سولت لی نفسی**) یہہ حقیقی مطلب اصل عبارت کا نہ اسمین گھوڑی ہے نہ جبرائیل ہے نہ ابر کا ٹکڑہ ہے اور نہ پروبال کی ضرورت ہے صاف صاف الفاظ مین یہ مطلب موجود ہے درحقیقت یہودیوں کی روایتون اور قصوں کو یونانی [illegible] فلسفہ کے [illegible] مین مفسرین نے ملاکر اپنی تفسیر ذیل عبارت کو [illegible] کیا اور یہہ زمانہ تفسیر نویسی کے بہار کا نہیج اعوج کا زمانہ تہا جس کی خبر مخبر صادق نے دیدی تہی۔ انہی مفسرین کے آرار اور ان کی خشک وتر کو مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے یہودی صفت علمار نے اپنی تفاسیر مین جگہ دی اور بے شک وہ اپنے گذشتہ بہائیون [illegible] تاسر کرتے تب ہی تو ایسی بیہودہ روایتین اور ناروا قصے انکی تفاسیر کے تکمل سرسبد ہوئے اور انہی پر اون کو بڑا ناز اور فخر ہے۔ وہ مصداق آیہ کریمہ (**لا یمسہ الا المطہرون**) قرآن کے حقیقی معارف کیا جانین ان کو قرآن سے مناسبت ہی کیا ہے وہ تو اسکو بیاض عثمانی کہتے ہین نامکمل اور بے ترتیب مانتے ہین پہر ان کا اس قرآن مین واقعی کیا حق ہے اصلی قرآن امام منفرد اغار [illegible] مین لکہے ہین جانے کیا [illegible] ہزار سال سے امام مفقود الخبر قرآن اصلی [illegible] نادر دعوے (**تمسک کتاب اللہ** وعترت کا)

ہائے افسوس صد افسوس عترت ہزار سال سے مفقود قرآن اصلی ندارد موجودہ نسبت یہ سوء ظن پہر کس بیحیائی سے تمسک کتاب اللہ وعترت کا دعوے کرتے ہین۔ اوہام پرستی یہ مذہب کی بنیاد ہے۔ باقی آئندہ

**خاکسار** نذر علی از پشاور۔

## فرقہ اہل حدیث

## استفسار

اہل حدیث کا لفظ خود ظاہر کرتا ہے کہ جس شخص یا قوم کتاب یا اخبار کا یہ نام ہے اس کا کیا مقصود ہے۔ [illegible] تاریخی طور پر اتنا لکہنا کافی ہوگا کہ جس قوم یا فرقہ نے احادیث نبی کریم [illegible] علیہ وسلم کی اپنی سمجہہ کے مطابق پیروی کو جائز [illegible] اماموں میں سے کسی کی تقلید [illegible] اور اس پیروی کرنے کا دعوے کیا وہ فرقہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتا ہے۔ لیکن یہ فرقہ اپنے [illegible] بزرگان دین کو برا کہنے مین مبالغہ [illegible] بدنام ہوچکا ہے۔ اسمین کچہہ شک نہین کہ اس فرقہ مین بعض بزرگ جو تیرہوین صدی [illegible] منکر کانہ عقاید اور فاسدانہ توہمات کی بیخکنی مین [illegible] کی التعمیرت مصروف رہے انہوں نے دین کی بڑی خدمت کی خدا اون کو جزائے خیر دے لیکن بعد مین عموماً اس فرقہ کے [illegible] خود اپنے مبالغہ آمیز کار روائیوں مین جا پڑے کہ خود ہی انکی حالت قابل اصلاح ہوگئی تہے اور ضروری تہا کہ ایسا ہوتا کیونکہ اگر کسی فرقہ اسلامی کے علمار اصلاح پر ہوتے تو مجدد کی کیا ضرورت تہی۔ اگرچہ یہ ایک تعجب کی بات ہے کہ انہوں نے حدیث کا درجہ کہین قرآن سے بڑہکر بنا لیا لیکن اس پر ایک اور تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کے لئے پہر احادیث کو بہی [illegible] دیا چنانچہ کسوف خسوف در رمضان کے واقعہ پر اس حدیث کی صحیح ہونیکا ہی انکار کردیا حالانکہ اس حدیث کی سچائی پر خود آسمان نے چار دفعہ گواہی دی دو دفعہ مشرقی دنیا مین اور دو دفعہ مغربی دنیا مین اور مہدی ومسیح کے آنے کی احادیث جو خطبہ مین کہڑے ہوکر لوگون کو سنایا کرتے تہے ان کو ذکر واذکار سے ایسے خاموش ہوئے کہ گویا وہ باتین کہین کتابون مین موجود ہی نہین۔ **وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین**۔ خیر اسوقت اس فرقہ کی ہسٹری لکہنا مقصود نہین ہے۔ اور ہم اصل مطلب کیطرف رجوع کرتے ہین۔ پہلی پہل اہلحدیث کی طرف سے ایک رسالہ ماہواری **اشاعۃ السنہ** نام نکلا تہا جس کے ایڈیٹر مولوی محمد حسین صاحب کا لاہور کے ہیڈ کوارٹر اہل حدیث یعنے مسجد چینیان سے بہت سال ہوئے قطع تعلق ہوا تہا یا کیا گیا تہا۔

یہ صاحب اپنے آپ کو نائب یا آپ کا وکیل اہلحدیث کہتے ہیں لیکن حالیہ ایک نیا اخبار امرتسر سے نکلا ہے جو کہ اپنا نام اہل حدیث رکھ کر سلسلہ حدیث نبوی کا ایک زندہ نمونہ ہونے کا گویا مدعی ہے۔ یہ اہل حدیث اپنے راویوں یعنی نامہ نگاروں کی طرف سے برابر خبریں چھاپ رہا ہے جن میں سے دو خبریں بطور نمونہ کے ہم اس جگہ درج کر کے ان امور کا استفسار کرتے ہیں (۱) جو نمونہ روایت اخبار کا ہمارے سامنے ہے یہ اہل حدیث پیش کر رہا ہے کیا اسی معیار پر سلسلہ روایت احادیث ابتدا سے چلا آتا ہے؟

(۲) کیا تمام فرقہ اہلحدیث اس کو اپنا نمونہ اور مثال سمجھتے ہیں یا اشاعۃ السنہ کی طرح بعض کا اس سے بھی قطع تعلق ہے۔

وہ خبریں یہ ہیں (اوّل) اہلحدیث مورخہ یکم اپریل ۱۹۰۴ء صفحہ ۸ مولوی شیر محمد ساکن ہجکا تحصیل بھیرہ ... طاعون سے مع اہل و عیال کے چل بسے۔

دوم یہ پرچہ اہلحدیث مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۰۴ء قادیان میں آجکل سخت طاعون ہے مرزا صاحب اور مولوی نورالدین کے تمام مرید قادیان سے بھاگ گئے ہیں۔ مولوی نورالدین کا خیمہ قادیان سے باہر ہے۔

خبر اول کے متعلق میں مولوی شیر محمد صاحب مرحوم کے برادر حقیقی منشی غلام نبی صاحب کا گذشتہ ہفتہ کا بیان نیچے درج کرتا ہوں۔ اور خبر دوم کے متعلق قادیان کے رہنے والے دن رات دیکھ رہے ہیں کہ تمام مریدان حضرت جو کہ ہمیشہ قادیان میں سکونت پذیر ہیں سب بدستور اس جگہ موجود ہیں اور نمازوں میں حضرت کے ساتھ بدستور شامل ہوتے ہیں اور باہر سے بھی مہمانوں کی آمد و رفت بدستور جاری ہے اور حضرت مولوی نورالدین صاحب بدستور اپنے مکان میں جو متصل مسجد ہے مقیم ہیں اور بدستور روزانہ طلباء کو پڑھانے اور بیماروں کے دیکھنے میں اپنے مطب میں دن بھر موجود رہتے ہیں اور شام کو درس قرآن شریف دیتے ہیں۔

یہ خبریں اہلحدیث نے بالکل سیاہ جھوٹ لکھی ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ بیان کرے کہ یہ جھوٹ نامہ نگار کا ہے دروغ بر گردن راوی تو پھر ہمارا یہ سوال ہے جیسا ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ کیا احادیث کی جمع کرنے اور کتب میں درج کرنے اور راویوں پر اعتبار کرنے کا یہی طریق اور یہی نمونہ ہے جو اہلحدیث نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے؟ شاید ایسے ہی خادمان حدیث کی علمی حالت کو دیکھ کر ان نیچریوں اور چکڑالویوں کا فرقہ پیدا ہوا ہے جو تمام احادیث کو سرے سے بے اعتبار قرار دیتے ہیں۔ اب ہم منشی غلام نبی کا بیان درج کرتے ہیں۔

## بیان منشی غلام نبی صاحب

برادرم شیر محمد صاحب بعارضہ تپ ۱۷ دن بیمار رہ کر فوت ہوئے۔ اخیر تک ان کے ہوش و حواس بالکل قائم رہے کوئی علامت طاعون کی ان میں نہ تھی۔ رکتے کی حالت میں وہ اندر باہر آنے جانے میں اور لوگوں کو ملنے میں پہلے کی طرح باہوش اور باخبر تھے بیماری کی حالت میں وہ خود ہی فرماتے تھے کہ مجھے تپ ہے گر میرے طاعون نہیں ہے وہ خود تکلم کرتے اور ان باتوں کو خوب سمجھ سکتے تھے۔ لہذا ان کو کوئی گلٹی تھی اور نہ اور کوئی نشان طاعون تھا۔ جب مرض بڑھ گیا تھا انہوں نے اپنے علاج کا مشورہ کیا تھا جب میں نے ان سے دریافت کیا تو ان کی بھی یہی رائے تھی کہ ان کو طاعون نہیں ہے ان کی بیوی اور اولاد یعنی ایک لڑکی اور ایک لڑکا بفضل الٰہی اب تک زندہ اور تندرست ہیں۔ یہ صریح کذب ہے کہ وہ مع عیال چل بسے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ فوت ہونے سے کچھ دن پہلے انہوں نے بطور وصیت اپنے بڑے بھائی صاحب کو خط لکھا تھا کہ میری زمین کا نصف حصہ حضرت مسیح موعود کے سلسلہ کیلئے وقف ہے اور تادم آخر وہ اپنے ایمان پر ثابت اور قائم رہے اللّٰھم اغفرہ وارحمہ والسلام

غلام نبی بقلم خود

قادیان کے اور مولوی شیر محمد صاحب کے یہ واقعات ہیں جن کو اہل حدیث نے کیا کچھ بنا کر لکھا ہے۔ لیکن اگر در اصل مولوی شیر محمد صاحب طاعون سے فوت بھی ہو جاتے تو اس سے مخالفوں کی تائید میں کوئی شے نہیں آسکتی بلکہ اسطرح ثابت قدمی اور ایمان کے ساتھ فوت ہونے والے مثل ان صحابہ کے ہیں جو کفار کے مغلوب ہونے کی وقت حضرت رسول کریم کے دیکھتے دیکھتے شہید ہوئے الذین تتوفٰھم الملٰئکۃ طیبین یقولون سلام علیکم ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون۔ نبی کریم کو تمام لڑائیوں کے متعلق پہلے سے بشارتیں اور فتح کے وعدے تھے اور مخالفوں کے واسطے ہلاکت کے انذار پہلے سے ہی قرآن شریف بھرا ہوا تھا لیکن اگر کوئی نادان یہ اعتراض کرے کہ وہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں کیونکہ بہت سے مسلمان بھی ان جنگوں میں مارے گئے۔ حالانکہ ہلاکت کی پیشگوئی صرف کفار کے واسطے ہی تو یہ اس کی بیوقوفی ہوگی کیونکہ کسی امر کے نتائج کو بحیثیت مجموعی دیکھنا چاہیئے طاعون کے ذریعہ سے ہزاروں آدمیوں کا جماعت احمدیہ میں شامل ہونا۔ لاکھوں مخالفوں کا مر جانا۔ براہین احمدیہ سے

لیکر اس وقت کی پیشگوئیوں کا پورا ہونا یہ سب بیّن نشانات ہیں۔ لیکن بدقسمتی کے واسطے ہر جگہ ٹھوکر کا موقعہ موجود ہے طاعون کا آنا مخالفین کے واسطے ایک عذاب ہے مومنین کے واسطے ایک امتیازی نشان ہے۔ طاعون اس سلسلہ کی خادم ہے۔ ہاں ہر ایک نشان کے ساتھ سنت الٰہی کے مطابق کچھ غیوبت اور ابتلا ضروری ہے۔ جیسا کہ ہم ظاہر نظارہ قدرت میں بھی دیکھتے ہیں کہ بارش کا پانی کھیتوں کے واسطے ضروری ہے۔ لیکن جب بارش گرتی ہے تو شہر کی گلیوں میں بھی کیچڑ کر دیتی ہے شہریوں کے واسطے کئی طرح کی تکالیف کا موجب ہوتا ہے چونکہ اس مضمون پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور ایڈیٹر صاحب پہلے کافی بحث کر چکے ہیں۔ اس وقت کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ طاعون کے ختم ہونے پر زمانہ دیکھ لے گا کہ طاعون کس کی خدمت کر گئی اور کس کو خاک میں ملا گئی۔

محمد صادق۔ از قادیان۔

## طاعون اور ہمارے معاصر

گلزار ہند لاہور جو ہمارے سلسلہ کی خلاف گوئی کا عادی ہے اپنے نمبر ۱۶ و ۱۷ میں طاعون اور پنجاب کے عنوان سے ایک نوٹ لکھتا ہے جس میں وہ سگریگیشن کیمپ اور ٹیکا وغیرہ پر بحث کرتے ہوئے آخر کہتا ہے

”یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ خدا کے علم میں پنجاب کو ابھی اس وبا سے بہت کچھ نقصان پہونچنا تھا اور پھر آخر میں علاج طاعون کے متعلق لکھتا ہے طاعون کا اگر علاج ہے تو یہی ہے اور جو عموماً ہر شہر کے باشندے کر رہے ہیں کہ بد اعمال ترک کر کے سچے دل سے جناب باریتعالیٰ میں التجا کریں تا کہ اس کا دریائے رحم جوش میں آ کر اس قہر کی آگ کو بجھا دے“

ایڈیٹر ۔ ۱۸۹۸ء میں جب اس کے متعلق خدا کے مامور و مرسل نے پیشگوئی کی تھی تو اس پر ہنسی اڑائی جاتی تھی مگر آج وہی ہنسی اڑانے والے اسی علاج کو صحیح اور یقینی تصور کرتے ہیں جو اس نے بتایا تھا کہ

بہ تشویش قیامت ماند این تشویش گر بینی
علاج نیست بہر دفع آن جز حسن کردارے

اور ابھی دیکھیں گے کہ خدا کی باتیں کیسی سچی ثابت ہوتی ہیں

## ہندو جاتی کا اپنے مُردوں کے ساتھ کمینہ سلوک

اس عنوان سے لاہور کے مشہور ہندو معروف اخبار آریہ گزٹ

نے ایک نوٹ لکھا ہے جس کو ہم کمال عبرت کیلئے یہاں درج کرتے ہیں اور اس پر اتنا اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے یہاں قادیان میں بھی ایسی صورتیں پیش آئیں بعض مردے بہت دیر تک محض اس وجہ کہ اندر پڑے رہے کہ ان کو اٹھانے والا کوئی نہ تھا۔ ایک مرد کی بیوہ اسکی ایک ساتھ و ہم کی خود ہندوؤں کو کوستا ہوا تھا وہ اجرت دیکر ایک مسلمان سے مردا اٹھوانا چاہتا تھا مگر اجرت کا فیصلہ نہ ہوا۔ وہ اس بات پر بھی طیار تھا کہ ہندوؤں کو غیرت دلانیکے واسطے جو ہر شخص سے اٹھوا لوں۔ ایسا ہی ایک معاملہ کہ ایک عورت کی نعش کئی گھنٹہ تک بے نیازی کی کوشش کی اور ہمارے برادر نکار کے مدعی سنا ہے بھی اسکی مدد کرنیکی ہمت نہ کر سکے یہ مثالیں واقعی عبرتناک اور افسوس افزا ہیں۔

یہاں کے مسلمانوں کی جس ہمدردی اور اخلاقی جرأت کے ایسے مردوں کی تدفین و تکفین کی آخری اور اہم خدمت کو سرانجام دیا ہے وہ انکے ہندو دوستوں کو انکا دلدادہ بنانے والی ثابت ہوئی ہے۔ بلکہ ہمیں معلوم ہوا کہ بعض مسلمانوں نے ہندوؤں کے سربرآوردہ لوگوں سے کہا کہ اگر تم مردوں کا انتظام نہیں کر سکتے تو ہمیں وہ مردے دو کہ دفن کر دیں۔ غرض ایسی خبریں تمام جگہوں سے آ رہی ہیں۔

## سوامی دیانند کی تصانیف پر عدالت کا صحیح فیصلہ

۱۹۰۲ء کے آغاز میں ایک نائب دھرم اوپدیشک صاحب نے پشاور میں ایک رسالہ چھپوایا جس میں کہ نیوگ اور سوامی دیانند کے قائم کردہ بعض اصولوں پر مذاق اڑایا تھا۔ آریہ سماجی صاحب اس قسم کے رسالہ سے بہت جل بھن گئے اور انہوں نے مصنف رسالہ ہذا کے برخلاف جناب اسسٹنٹ کمشنر صاحب پشاور کی عدالت میں ایک مقدمہ دائر کر دیا۔ بعد سماعت مقدمہ ہذا جناب اسسٹنٹ کمشنر صاحب نے پوری جانچ پڑتال کے بعد آریہ سماجیوں کا دعویٰ خارج کر دیا۔ میں اپنا سود فقرہ جناب اسسٹنٹ کمشنر صاحب کے فیصلہ میں سے ترجمہ کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

**فیصلہ** ”ان مسائل اور اصولوں میں سے بعض اصول بیشک ایک عام فہم آدمی کے معیار اخلاق کے برخلاف ہیں اور ایک آدمی کیلئے جو اپنے آپکو مذہبی بااخلاق و ہادی ظاہر کرتا تھا ایسے مسائل و اصولوں کو ستیارتھ پرکاش جیسی ہر دھرم پستک میں جگہ دینا بالکل نامناسب حرکت تھی۔

پھر آگے فیصلہ میں صاحب بہادر لکھتے ہیں ”اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ دیانند جی کی خاص دھرم پستک ستیارتھ پرکاش میں فن مجامعت کی تعلیم درج ہے مدعی خود اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ وہ اصول جن میں ایک بیاہی ہوئی عورت کو اپنے اصلی خاوند کی جیتے جی کسی دوسرے بیاہے ہوئے آدمی کے ساتھ ہمبستری کی ہدایات ہیں ایمان رکھتا ہے۔ یہ رسم بیشک وشبہ زناکاری ہے۔ اسواسطے یہ تذکرہ کرتی ہوں کہ دیانند کے چیلا اسکی مندرجہ بالا اصولوں پر ایمان لائے ہوئے رسم زناکاری کا ارتکاب کر رہے ہیں اور اگر ان اصولوں پر اتفاقیہ اسیطرح رہا تو وہ ہے (زناکاری لوگ زیادہ ترقی دیں گے) انتہا

ڈسٹرکٹ کی ایک بیہودہ حقیقت کو قلمبند کیا تھا صاحب اسسٹنٹ کمشنر کے فیصلہ کی اپیل آریہ سماجیوں نے صاحب سشن جج کی عدالت میں دائر کی ۔ اسجگہ میں صرف

ایک ہی فقرہ صاحب سشن جج کے فیصلہ میں سے درج کرتا ہوں ”فیصلہ سوامی دیانند کے اصول اسقسم کے ہیں کہ وہ اہل ہنود اور دیگر مذاہب کی حسن اخلاق کی نہایت اہانت کرتے ہیں اور اسکی کتاب (ستیارتھ پرکاش) کے چند حصے خود بھی نہایت ہی فحش ہیں۔“ (سناتن دھرم گزٹ)

# پایونیر اور حضرت مسیح موعود

## نمبر (۹)

**پایونیر** کا نامہ نگار مردم شماری کی رپورٹ کی بنا پر بھی غلطی کر رہا ہے جبکہ وہ صرف گیارہ سو جوان سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ممبر بتاتا ہے۔ پھر وہ ہماری کسی پرانی تحریر کی بنا یہ کہتا ہے کہ

"اُس کا ارکان تو یہ کہتا ہے کہ ہمارے ساتھ پچاس ہزار بلکہ ستر ہزار کا گروہ ہے"

اس کے متعلق ہمکو صرف اسیقدر کہنا ہے کہ اس وقت سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متبعین کی تعداد زن و مرد اور بچے مل ملا کر تین لاکھ سے کم نہیں ہوگی۔

اسقدر انٹروڈکٹری نوٹ کے بعد اس رسالہ کا ذکر شروع کیا ہے جسکی بنا پر یہ آرٹیکل پایونیر میں لکھا گیا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے۔

"حال ہی میں ۲۴ صفحون کا ایک پمفلٹ شائع ہوا ہے جس کا نام "مرزا غلام احمد مہدی مسیح قادیانی" ہے اس کے مصنف لاہور کے پادری ایچ ڈی گریسوولڈ صاحب فلسفہ کے ڈاکٹر ہیں۔

**اس رسالہ میں معمول سے زیادہ سخت الفاظ کا استعمال کیا گیا۔** مگر جو کچھ لکھا ہے وہ بادی النظر میں صحیح اور درست معلوم ہوتا ہے"

جن الفاظ کو ہم نے جلی کر دیا ہے اس سے رسالہ مذکور کی طرز تحریر اور ادائے مطلب کا پتہ ملتا ہے اگرچہ راقم مضمون کا یہ منشا نہیں تہا کہ وہ اس رسالہ کے خلاف کوئی ریمارک کرے۔ لیکن راستی اپنی قوت سے ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔

پادری صاحب کے رسالہ کا معمول سے زیادہ سخت الفاظ میں ہونا راقم مضمون کیلئے تعجب انگیز ہو تو ہو لیکن ہمارے نزدیک کچھ بھی بات نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب پادری صاحب نے صرف **خداوند یسوع** کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی ہے باوجودیکہ انجیل کا پہاڑی وعظ عیسائیوں کی ہاتھ میں بخیال شان ایک گوہر نایاب ہے لیکن اس پر بھی جب پہاڑی وعظ کے معلم کی اس گفتگو پر نظر کیجاتی ہے جو وہ یہودیوں کے فقیہوں اور فریسیوں سے کرتا تھا تو سمجھ میں آتا ہے کہ گفتن و کردن فاصلہ دار [illegible]

[illegible]

سے رائے زنی کی گئی ہے۔ لیکن ہمارے ناظرین کو پتہ لگ جائیگا کہ یہ راز مخفی نہیں رہ سکا۔ نامہ نگار نے مصنف رسالہ سے بھی بڑھکر بغض کا اظہار کیا ہے۔ اور فقرہ خط کشیدہ سے ایک پہلو سے پبلک کو گمراہ کرنا چاہا ہے اگر نامہ نگار صاحب غور اور فکر سے تنقید کرتے تو وہ اس رسالہ کی غلط بیانیوں کو ظاہر کرتے۔ نہ کہ انہیں صحیح قرار دیتے۔ پھر آگے چلکر کہتا ہے۔

"قادیان ضلع گورداسپور میں واقع ہے وہاں پینسٹھ سالہ ایک آدمی رہتا ہے جسکی صورت **بزرگوں کی سی اور چہرہ مسخر القلوب اور عقل تیز ہے**۔ یہ مرزا غلام احمد رئیس قادیان ہیں۔ اسیوجہ سے قادیانی کہلاتے ہیں۔ فرقہ احمدیہ کے بانی اور سردار ہیں ذات کے مغل ہیں۔ چار صدی گذریں بابر کے عہد سلطنت میں ان کے بڑے سمرقند سے آئے تہے۔ **موروثی پیشہ دوا فروشی ہے**"

مرزا صاحب کو اس رسالہ کے مصنف نے پبلک میں انٹروڈیوس کرتے وقت جس غلط کاری سے کام لیا ہے **وہ ایک قسم کی لائیبل ہے** اور صریح غلط۔

حضرت مرزا صاحب کے خاندان میں کبھی دوا فروشی پیشہ قرار نہیں دیا گیا نہ اسکی کوئی حاجت۔

اس موقعہ پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کا مختصر سا تذکرہ ہم یہاں درج کر دیں جو خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھا ہے جس کے پڑہنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاندان ایک مستقل اور خود مختار و مجاز حکمران خاندان تہا۔

"واضح ہو کہ اون کا غذات اور پرانی تحریرات سے جو اکابر اس خاندان نے چھوڑ گئے ہیں ثابت ہوتا ہے کہ **بابر بادشاہ** کے وقت میں کہ جو چغتائی سلطنت کا مورث اعلے تہا بزرگ اجداد اس نیاز مند الہی کے خاص سمرقند سے ایک جماعت کثیر کے ساتھ کسی سبب سے جو بیان نہیں کیا گیا ہجرت اختیار کر کے **دہلی** میں پہنچے اور دراصل یہ بات اُن کاغذات سے اچھی طرح واضح نہیں ہوتی کہ کیا وہ بابر کے ساتھ ہی ہندوستان میں داخل ہوئے تہے یا بعد اس کے بلاتوقف اس ملک میں پہنچ گئے۔ لیکن یہ امر اکثر کاغذات کے دیکھنے سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ گو وہ ساتھ پہنچے ہوں یا کچھ دن پیچھے آئے ہوں مگر انہیں شاہی خاندان سے کچھ ایسا تعلق تہا جسکی وجہ سے وہ اس گورنمنٹ کی نظر میں معزز سردار ان میں شمار کئے گئے تہے چنانچہ [illegible] وقت سے پنجاب میں بہت [illegible] ملے اور ایک [illegible] زمینداری [illegible] وہ تعلقدار ٹہرائے گئے [illegible] ایک حصہ [illegible] انہوں نے [illegible] ایک قصبہ اپنی سکونت کیلئے آباد کیا [illegible] اسلام [illegible] قاضی

ماجہی رکہا یہی اسلام پور ہے جو اب قادیان کے نام سے مشہور ہے۔ اس قصبہ کے گرد اگرد ایک فصیل تہی جسکی بلندی بیس فٹ کے قریب ہوگی اور عرض اسقدر تہا کہ تین چھکڑے ایک دوسرے کے برابر اسپر چل سکتے تہے چار بڑے بڑے برج تہے جنمیں قریب ایک ہزار کے سوار و پیادہ فوج رہتی تہی اور جو اسجگہ کا نام جو اسلام پور قاضی ماجہی تہا تو اسکی یہ وجہ تہی کہ ابتدا میں شاہان دہلی کیطرف سے اس تمام علاقہ کی حکومت ہمارے بزرگوں کو دی گئی تہی اور منصب قضا یعنے رعایا کے مقدمات کا تصفیہ کرنا انکے سپرد تہا اور یہ طرز حکومت اس وقت تک قائم و برقرار رہی کہ جس وقت تک پنجاب کا ملک دہلی کے تخت کا خراج گذار رہا لیکن بعد اس کے رفتہ رفتہ چغتائی گورنمنٹ میں باعث کاہلی و سستی و عیش پسندی و نالیاقتی تخت نشینوں کے بہت سا فتور آ گیا۔ اور کئی ملک ہاتھ سے نکل گئے انہیں دنوں میں اکثر حصہ پنجاب کا گورنمنٹ چغتائی سے منقطع ہو کر یہ ملک ایک ایسی بیوہ عورت کی طرح ہو گیا جسکے سر پر کوئی سرپرست نہ ہو اور خدا تعالیٰ نے کہ اسکی یہ قدرت ہے سکھوں کی قوم کو جو بیتمیز تہی ترقی دینا چاہا۔ چنانچہ اس کی ترقی اور تنزل کے دونوں زمانے پچاس برس کے اندر اندر ختم ہو کر ان کا قصہ بھی خواب خیال کیطرح ہو گیا۔ غرض اس زمانہ میں کہ جب چغتائی سلطنت نے اپنی نالیاقتی اور اپنی بدانتظامی سے پنجاب کے اس حصہ سے بکلی دست برداری اختیار کی تو ان دنوں میں بڑے بڑے زمیندار اس نواح کے خود مختار بنکر اپنے اقتدار کامل کا نقشہ جمانے لگے سو انہیں ایام میں بفضل و احسان الہی اس عاجز کے پردادا صاحب مرزا گل محمد مرحوم اپنے تعلقہ زمینداری کے ایک مستقل رئیس اور طوائف الملوک میں سے بطور ایک چھوٹے سے علاقہ کے جو صرف چوراسی یا پچاسی گاؤں رہگئے تہے کامل اقتدار سے ساتھ فرمانروا ہو گئے اور اپنی مستقل ریاست کا پورا پورا انتظام کر لیا اور دشمنوں کے حملے روکنے کیلئے کافی فوج اپنے پاس رکہلی اور تمام زندگی ان کی ایسی حالت میں گذری کہ کسی دوسرے بادشاہ کے ماتحت نہیں تہے اور نہ کسی کے خراج گذار بلکہ اپنی ریاست میں خود مختار حاکم تہے اور قریب ایک ہزار کے سوار و پیادہ انکی فوج تہی اور تین توپیں بھی تہیں اور تین چار سو آدمی عمدہ عمدہ عقلمندوں اور علماء دین میں سے ان کی مصاحب تہے اور پانسو کے قریب قرآن شریف کے حافظ وظیفہ خوار تہے جو اس جگہ قادیان میں رہا کرتے تہے اور تمام مسلمانوں کو سخت تاکید تہی صوم و صلوٰۃ کی پابندی اور دین اسلام کے احکام پر چلنے کی تاکید تہی اور مسکرات تک منع تہی

کو اپنی حدود میں رائج ہونے نہیں دیتے تہے اور اگر کوئی مسلمان ہو کر خلاف شعار اسلام کوئی لباس یا وضع رکہتا تہا تو وہ سخت مورد عتاب ہوتا تہا اور سقیم الحال اور غربا اور مساکین کی خبر گیری اور پرورش کیلئے ایک خاص سرمایہ نقد اور جنس کا جمع رہتا تہا جو وقتاً فوقتاً ان کو تقسیم ہوتا تہا یہ ان تحریرات کا خلاصہ ہے جو اسوقت کی لکھی ہوئی ہم کو ملی ہیں جنکی زبانی طور پر بھی شہادتیں بطریق مسلسل اب تک پائی جاتی ہیں۔ یہ بھی لکہا ہے کہ ان دنوں میں ایک وزیر سلطنت مغلیہ کا **غیاث الدولہ** نام قادیان میں آیا اور مرزا گل محمد صاحب مرحوم کے استقلال و حسن تدبیر و تقوے و طہارت و شجاعت و استقامت کو دیکہکر چشم پر آب ہو گیا اور کہا کہ اگر مجھے پہلے سے خبر ہوتی کہ خاندان مغلیہ میں سے ایک ایسا مرد پنجاب کے ایک گوشہ میں موجود ہے تو میں کوشش کرتا کہ تا وہی دہلی میں تخت نشین ہو جاتا اور خاندان مغلیہ تباہ ہونے سے بچ جاتا غرض مرزا صاحب مرحوم ایک مرد اولی العزم اور متقی اور نہایت درجہ کے بیدار مغز اور اول درجہ کے بہادر تہے اگر اسوقت مشیت الہی مسلمانوں کے مخالف نہ ہوتی تو بہت امید تہی کہ ایسا بہادر اور اولی العزم آدمی سکہوں کی بلند شورش سے پنجاب کا دامن پاک کر کے ایک وسیع سلطنت اسلام کی اس ملک میں قائم کر دیتا جس حالت میں رنجیت سنگہ نے باوجود اپنی تہوڑی سی پدری ملکیت کے جو صرف نو گاؤں تہی تہوڑے ہی عرصہ میں اسقدر پیر پہیلا لئے تہے جو پشاور سے لدہانہ تک خالصہ ہی خالصہ نظر آتا تہا اور ہر جگہ ٹڈیوں کیطرح سکہوں کی ہی فوجیں دکہائی دیتی تہیں تو کیا ایسے شخص کیلئے یہ فتوحات قیاس سے بعید تہیں جسکی گم شدہ ملکیت میں سے ابھی چوراسی یا پچاسی گاؤں باقی تہے اور ہزار کے قریب فوج کی جمعیت بھی تہی اور اپنی ذاتی شجاعت میں ایسے مشہور تہے کہ اسوقت کی شہادتوں سے بداہت ثابت ہوتا ہے کہ اس ملک میں ان کا کوئی نظیر نہ تہا لیکن چونکہ خدا تعالیٰ نے یہی چاہا تہا کہ مسلمانوں پر انکی بیشمار غفلتوں کی وجہ سے تنبیہ نازل ہو اسلئے مرزا صاحب مرحوم اس ملک کے مسلمانوں کی ہمدردی میں کامیاب نہ ہو سکے اور مرزا صاحب مرحوم کی حالات عجیبہ میں سے ایک یہ ہے کہ مخالفین مذہب بھی انکی نسبت ولایت کا گمان رکہتے تہے اور ان کے بعض خارق عادت امور عام طور پر دلوں میں نقش ہو گئے تہے یہ بات شاذ و نادر ہوتی ہے کہ کوئی مذہبی مخالف اپنے دشمن کی کرامات کا قائل ہو لیکن اس راقم نے مرزا صاحب مرحوم کے بعض خوارق عادت ان سکہوں کے منہ سے سنے ہیں جن کے باپ دادا مخالف گروہ میں شامل ہو کر لڑتے تہے اکثر لوگوں کا بیان ہے کہ بسا اوقات مرزا صاحب مرحوم صرف اکیلے ہزار ہزار آدمیوں کے مقابل پر میدان جنگ میں نکلکر ان پر فتح پا لیتے تہے

# مجلسِ مولود اور حضرت مسیح موعودؑ

کسی شخص نے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام سے مجلس مولود کے متعلق بذریعہ عریضہ استفسار کیا تھا۔ آپ نے اس کے جواب میں جو کرامت نامہ لکھا ہے اسکا درج کرنا خالی از منفعت نہیں ہوگا۔ اسلیے ہم اُسے ذیل میں درج کرتے ہیں۔
(ایڈیٹر)

میرا اس میں یہ مذہب ہے کہ مصالح اعلاء کلمہ اسلام و تذکرہ نبوی کی نیت سے کوئی ایسا جلسہ کیا جاوے کہ جسمیں سوانح مقدسہ نبویہ کا ذکر ہو اور نہایت خوبی اور صحت و بلاغت سے اس تقریر کو سنایا جاوے کہ کیونکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تاریکی کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور کسطرح بے بیسامانی کی حالت میں تمام قوموں کے جو دین کی اٹھا کر افضل اعلیٰ کا میاب ہوگئے اور کیونکر خدا تعالیٰ نے اپنے مقبول بندہ کی دنیا کو تائید کیں اور آخر کس طور سے اس دین کو مشارق و مغارب تک پہنچا دیا اور اس تقریر میں ہر ایک محل پر کچھ نظم بھی ہو اور پر درد اور موثر بیان ہو اور بیان میں کثرت درود شریف کی سامعین کی طرف سے ہو اور کوئی بدعت اور بدعت درمیان نہ ہو تو ایسا جلسہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ میری رائے میں موجب ثواب عظیم ہے کیونکہ اسمیں یہ نیت کی گئی ہے کہ تا سوانح مقدسہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تازہ طور پر لوگوں کو سنا کر ان کے دلوں میں اشتیاق اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھا دیجاوے اور لوگوں کو عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حرکت دیجاوے اور تا وہ سمجھیں کہ عظمت اس انسان کامل اور مرد ربانی نبی اللہ کی کیونکر ہے جس نے دنیا میں تنہا آکر دور تمام دنیا کو شرک اور غفلت میں گرفتار پاکر بڑی مردی سے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھکر ہر ایک قوم سے توحید کی منادی کی اور ہر ایک کان تک لا الٰہ الا اللّٰہ کی آواز پہنچا دی۔ غرض سوانح نبویہ کو خوش آواز سے لوگوں کو پہنچانا ہر ایک مومن کا فرض ہے۔ وہ مومن ہی کیا ہے جس کے دل میں سوانح نبویہ کی عزت نہیں دوسرے انبیاء علیہم السلام سوانح کا نام مجلس مولود ہے جس جلسہ الہام سوانح میں لطیف طریقہ سے ان سوانح کے سننے سے محبان رسول کا وقت خوش ہوگا اور ہر ایک طالب جب ان سوانح کے ذریعہ سے ہمت اور صدق اور استقامت کو سنے گا تو اُسکو بھی ہمت اور صدق اور استقامت کیطرف شوق پڑیگا اور اسکی طلب زیادہ ہوگی اور مسلمان کہلا کر جو کچھ دین کے راہ میں کسل اور ضعف اور بزدلی رکھتا ہے سوانح نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سنکر خوش ہوگا اور اپنے اسلام پر افسوس کریگا

اور خدا تعالیٰ سے چاہے گا کہ جس نبی کی اقتدا کا اُسکو دعویٰ ہے اُسکی سرگرمی اور اُسکا عشق اور اسکی ہمدردی اُسکو بھی نصیب ہو اور جسطرح ایک شخص جو ایک جنگل میں اکیلا بیٹھا ہے اور درندوں اور دوسری بلاؤں سے ڈر رہا ہو اور ناگاہ اُسکو ایک قافلہ نظر آیا جس میں صدہا سپاہی ہیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ وہ شخص اس قافلہ کو پاکر کسطرح قوی دل ہو جائے گا ایسا ہی سوانح طیبہ نبویہ ایک لشکر مسلح کی مانند ہیں جن کے سننے سے دل قوی ہو جاتا ہے اور تخویفات شیطانی سے نجات ملتی ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَتَنَزَّلُ الرَّحْمَۃُ یعنی ذکر صالحین کے وقت رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت کس قدر نازل ہوگی۔ ہاں اس جلسہ کو بدعات سے محفوظ رکھنا چاہیے تا بجائے ثواب کے گناہ پیدا نہ ہو صرف سوانح نبویہ کا ذکر ہو اور درود شریف اور تسبیح ہو اگر کسی قسم کا شرک یا کسی قسم کی بدعت درمیان ہو تو یہ ہرگز جائز نہیں۔ لیکن جو میں نے ذکر کیا ہے وہ نہ صرف جائز بلکہ میری سمجھ میں ضروریات سے ہے۔

---

# اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ عَرْشِیْ

یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تازہ وحی ہے جو الحکم کی گذشتہ اشاعت میں طبع ہوئی ہے + عرش کے متعلق ۱۲ر اپریل کی شام کو فرمایا کہ عرش اللہ تعالیٰ کی جلالی و جمالی صفات کا مظہر اتم ہے عرش کے مخلوق یا غیر مخلوق کے متعلق میں کچھ نہیں کہتا۔ اسکی تفصیل حوالہ بخدا کرنی چاہیے۔ جنہوں نے مخلوق کہا ہے انھوں نے بھی غلطی کھائی ہے کیونکہ پھر اس سے وہ محذور لازم آتا ہے۔ اور جو غیر مخلوق کہتے ہیں وہ توحید کے خلاف کہتے ہیں کیونکہ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ اگر یہ غیر مخلوق ہے تو پھر اس سے باہر رہ جاتا ہے۔ مومن موحد اسکو تسلیم نہیں کر سکتا۔ ہم اسکے متعلق کچھ نہیں کہتے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے یہ ایک استعارہ ہے جیسے افطر واصوم یا اخطی واصیب فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ استعارات کے ذریعہ کلام کرتا ہے ہم اسپر ایمان لاتے ہیں اور اسکی کیفیت کو حوالہ بخدا کرتے ہیں + پس ہمارا مذہب عرش کے متعلق یہی ہے کہ اسکے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کی بحث میں دخل نہ دو۔ ہم اسپر ایمان لاتے ہیں کہ وہ اعلیٰ درجہ کی جلالی و جمالی تجلیات کا مظہر ہے۔

---

# آن ہست در مکانِ محبت سرائے

اس الہام کو سنا تے وقت فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ محبت بھی ایک نار ہوتی ہے اور طاعون بھی ایک نار ہے اسلیے دو نار ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی ہیں اسی لیے معبرین نے بھی لکھا ہے کہ جو شخص دیکھے کہ اسکے دل سے شعلہ نار بھڑکتا ہے وہ عاشق ہو جائے گا۔ عشق کو بھی نار کہتے ہیں۔

پس اگر اللہ تعالیٰ کی محبت ذاتی اور عشق پیدا ہو جاوے اور اسکے ساتھ وفاداری اخلاص ہو تو اللہ تعالیٰ اسکو محفوظ کر لیگا۔

---

# حضرت اقدس کی چھوٹی اور تازہ تحریر

## الحکم کا خاص امتیاز

# خوبی ہائے قرآن مجید

(۱) یہ کہ وہ بے مثل و مانند ہے۔
(۲) وہ جامع حکمت مع کمال ایجاز و اختصار۔
(۳) وہ لاکھوں آدمیوں کو حفظ ہے اور حفظ کرنا اسکا ہماری شرع میں فرض کفایہ ہے۔

اسواسطے کوئی زمانہ حفاظ قرآن سے ہمیشہ خالی نہ ہوا۔ اول میں حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حفظ تھا۔ پھر بعد اسکے حضرت علی اور اکثر صحابہ کو حفظ تھا اسی طرح سلسلہ وار اسکے حفظ کا بہر چلا آیا ہے یہانتک کہ ہم تک پہنچا

(۴) چہارم یہ کتنا بڑا معجزہ ہے کہ کوئی صفحہ کا ذکر اللہ سے خالی نہیں دوسری کتاب میں ہرگز یہ خوبی نہیں یہ قرآن مجید کا معجزہ ہے۔ باوجود ایسا ہونے کے کہ قرآن مجید ایک قانون ربوانی اور فوجداری ہے پھر بھی اس میں کوئی ایسا کلمہ نہیں کہ جس میں دو چار مرتبہ خدا کا نام نہیں ہے اول سے لیکر آخر تک اسم اللہ سے بھرا ہوا ہے۔ اور ہر ایک کلام کا مرجع خدا ہے۔

(۵) پنجم خوبی قرآن مجید میں یہ ہے کہ جسقدر نام پروردگار کا قرآن مجید میں ہے کسی کتاب میں نہیں اور بقول مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ اس کلام کا خدا سے علاقہ محبت ثابت ہوتا ہے اسواسطے اس تمام کلام میں اللہ ہی اللہ بھرا ہوا ہے کسی عاقل پر پوشیدہ نہیں کہ بہت مرتبہ نام لینا اپنے پروردگار کا یہ بھی ایک بندگی ہے اور یہ بندگی صرف بطفیل قرآن مجید حاصل ہوتی ہے۔

(۶) ششم خوبی قرآن مجید میں یہ ہے کہ جسقدر ستایش اور تعریف خدا تعالیٰ کی بانواع محامد و بکثرت تکرار اس کتاب میں ہے دنیا میں اور کسی کتاب میں نہیں اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کامل اور سب تعریفوں کا مالک اور اہل ہے اور بالذات اپنی تعریفوں کو چاہتا ہے اور اپنا عظمت و جلال ظاہر کرنا چاہتا ہے پس جس کتاب الٰہی میں بدرجہ غایت اس کے محامد مذکور ہیں وہی اسکی افضل کلام ہے۔ اور اس امر پر اگر کوئی مقابلہ کرے تو ہم اشتہار دے سکتے ہیں کہ جس قدر ستایش اور بزرگی حضرت باری کی قرآن مجید میں مذکور ہے اور کسی کتاب میں مذکور نہیں۔

(۷) ہفتم۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا۔
اس آیت شریفہ سے یہ امر بھی متعلق ہے کہ تعلیم حقہ حکمت اور معانی میں کوئی انسانی تعلیم قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہم بابا صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ اگر آنکو قرآن مجید سے انکار ہے تو اس مضمون کی مثل کوئی دوسرا مضمون وید سے نقل کرکے پیش کرو۔

(ایڈیٹر) اس آخری خوبی کے آخری فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون ۱۸۷۶ء یا ۱۸۷۷ء کے قریب کا لکھا ہوا ہے جبکہ ایام اندرمن ستگہ وکیل امرتسر سے بذریعہ اخبارات آپ کا مباحثہ ہو رہا تھا۔

چہ شیریں یاد ہست اے دل ستانم
چہ شیرینی فدا ایں یاد جانم
توان بردا شتن دست از دو عالم
اگر آئی بدست اے جان جانم

دل کر رہے ہوکے حزیں ہائے ملے آج
کسکو کہیں کہ یار کو ہم سے ملائے آج

تا شود پیر کو دکے تادان
پیرا خود گذشتہ ایں دو مانہ
ایں چنیں رسم ایں جہاں افتاد
نقش پیراں کسل زدل براں بنہاد

فٹ نوٹ۔ اے ناظرین قسم با اللہ عاشق قرآن مجید کی قدر تو یہی کر سکی۔ دیکھو اپنے مامور ہونے کے زمانے سے بھی پہلے اسکے دل میں اسکے قلم میں قرآن مجید کی عظمت و جلال کے اظہار کا کسقدر جوش ہے۔ (ایڈیٹر)

# حضرت مسیح موعود کی تعلیم

## گذشتہ اشاعت سے آگے

دیکھو کہ وہ اس سلسلہ سے کسی مخالفانہ فعل یا قول سے باہر ہو گیا جب تک اسکو اپنا ایک حصہ سمجھو لیکن جو شخص مکاری سے زندگی بسر [illegible] بد عہد ہو یا کسی قسم کے [illegible] کسی بھائی کو آزار [illegible] مخالف [illegible] [illegible] عملی کر [illegible] باہر ہے اسکی پروا نکرو [illegible] اشر سمجھو [illegible] اور خدا [illegible] بزرگی تم میں قائم ہو اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اسکو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ اور اپنے مولیٰ حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو اور اسلام کے لیے سارے دکھ اٹھاؤ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔

اور میں اپنی جماعت کو چند الفاظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقوےٰ پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابل پر گالیاں نہ دیں وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے جیساکہ وہ سن رہے ہیں مگر چاہیے کہ خاموش رہیں اور تقوے اور نیک بختی کے ساتھ خدا کے فیصلہ کیطرف نظر رکھیں اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالے کی نظر میں قابل تائید ہوں تو صلاح اور تقوے اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اب اُس عدالت کے سامنے مثل مقدمہ ہے جو کسیکی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی۔ جبتک انسان عدالت کے کمرہ سے باہر ہے اگرچہ اسکی بدیکا بھی مواخذہ ہے مگر اس شخص کے جرم کا مواخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے اسلیے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور صبر اور تقوے اختیار کرو اور خدا تعالےٰ سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرماوے۔ بہتر ہے کہ شیخ محمد حسین اور اسکے رفیقوں سے ہرگز ملاقات نہ کرو کہ بسا اوقات ملاقات موجب جنگ و جدل ہو جاتی ہے۔ اور بہتر ہے کہ اس عرصہ میں بحث مباحثہ بھی نہ کرو کہ بسا اوقات بحث مباحثہ سے تیز زبانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ضرور ہے کہ نیک عملی اور راست بازی اور تقوے میں آگے قدم رکھو کہ خدا انکو جو تقوٰی اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا۔ دیکھو حضرت موسیٰ نبی علیہ السلام جو سب سے زیادہ اپنے زمانہ میں حلیم اور متقی تھے تقوے کی برکت سے فرعون پر کیسے فتحیاب ہوئے۔ فرعون چاہتا تھا کہ انکو ہلاک کرے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں کے آگے خدا تعالیٰ نے فرعون کو مع اُسکے تمام لشکر کے ہلاک کیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بدبخت یہودیوں نے یہ چاہا کہ انکو ہلاک کریں اور نہ صرف ہلاک بلکہ ان کی پاک روح پر صلیبی موت سے لعنت کا داغ [illegible] کیونکہ توریت میں لکھا تھا کہ جو شخص لکڑی پر یعنی صلیب پر مارا جائے وہ لعنتی ہے یعنی اسکا دل پلید اور ناپاک اور خدا کے قرب سے [illegible] اور راندۂ درگاہ الٰہی اور شیطان کی مانند ہو جاتا ہے اسی لیے لعین شیطان کا نام ہے اور یہ نہایت بد منصوبہ تھا جو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت سوچا گیا تھا تا اس سے وہ نالائق قوم یہ نتیجہ نکالے کہ یہ شخص پاکدل اور سچا نبی اور خدا کا پیارا نہیں ہے بلکہ نعوذ باللہ لعنتی ہے جس کا دل پاک نہیں ہے اور جیساکہ مفہوم لعنت کا ہے وہ خدا سے بکلی دل بیزار ہے اور خدا اس سے بیزار ہے لیکن خدائے قادر و قیوم نے بدنیت یہودیوں کو اس ارادہ سے ناکام اور نامراد رکھا اور اپنے پاک نبی علیہ السلام کو نہ صرف صلیبی موت سے بچا لیا بلکہ اسکو ایکسو بیس برس تک زندہ رکھکر تمام دشمن یہودیوں کو اُسکے سامنے ہلاک کیا۔ ہاں خدا تعالےٰ کی اُس قدیم سنت کے موافق کہ کوئی اولوالعزم نبی ایسا نہیں گذرا جس نے قوم کی ایذا کیوجہ سے ہجرت نہ کی ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی تین برس کی تبلیغ کے بعد صلیبی فتنہ سے نجات پا کر ہندوستان کیطرف ہجرت کی اور یہودیوں کی دوسری قوموں کو جو بابل کے تفرقہ کے زمانہ سے ہندوستان اور کشمیر اور تبت میں آئے ہوئے تھے خدا تعالیٰ کا پیغام پہونچا کر آخر کار خاک کشمیر جنت نظیر میں انتقال فرمایا اور سرینگر خانیار کے محلہ میں باعزاز تمام دفن کیے گئے۔ آپ کی قبر بہت مشہور ہے یزار و یتبرک بہ۔ ایساہی خدا تعالیٰ نے ہمارے سید و مولیٰ نبی آخر الزمان کو جو سید المتقین تھے انواع اقسام کی تائیدات سے مظفر و منصور کیا گو اوائل میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کیطرح صاحب ہجرت آپ کے بھی نصیب ہوا مگر وہی ہجرت فتح اور نصرت کے مبادی اپنے اندر رکھتی تھی۔ سو اے دوستو! یقیناً سمجھو کہ متقی کبھی برباد نہیں کیا جاتا۔ جب دو فریق آپس میں دشمنی کرتے ہیں اور خصومت کو انتہا تک پہونچاتے ہیں تو وہ فریق جو خدا تعالےٰ کی نظر میں متقی اور پرہیزگار ہوتا ہے آسمان سے اُسکے لیے مدد نازل ہوتی ہے اور اسطرح پر آسمانی فیصلہ سے مذہبی جھگڑے انفصال پا جاتے ہیں۔ دیکھو ہمارے سید و مولیٰ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیسی کمزوری کی حالت میں مکہ معظمہ میں ظاہر ہوئے تھے اور اُن دنوں میں ابوجہل وغیرہ کفار کا کیا عروج تھا اور لاکھوں آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے تو پھر کیا چیز تھی جس نے انجام کار ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فتح اور ظفر بخشی۔ یقیناً سمجھو کہ یہی راست بازی اور صدق اور پاک باطنی اور سچائی تھی سو بھائیو! اُسی پر قدم مارو اور اس گھر میں بہت زور کے ساتھ داخل ہو۔ پھر عنقریب دیکھلوگے کہ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ وہ خدا جو آنکھوں سے پوشیدہ مگر سب چیزوں سے زیادہ چمک رہا ہے جس کے جلال سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں وہ شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا اور ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے سو اُس سے ڈرو اور ہر ایکبات سمجھکر کہو۔ تم اسکی جماعت ہو جنکو اُس نے نیکی کا نمونہ دکھانے کے لیے چنا ہے۔ سو جو شخص بدی نہیں چھوڑتا اور اُسکے لب جھوٹ سے اور اُسکا دل ناپاک خیالات سے پرہیز نہیں کرتا وہ اس جماعت سے کاٹا جائے گا۔ اے خدا کے بندو! دلوں کو صاف کرو اور اپنے اندرونوں کو دھو ڈالو تم نفاق اور دورنگی سے ہر ایک کو راضی کر سکتے ہو مگر خدا کو اس خصلت سے غضب میں لاؤ گے۔ اپنی جانوں پر رحم کرو اور اپنی ذریت کو ہلاکت سے بچاؤ کبھی ممکن ہی نہیں کہ خدا تم سے راضی ہو حالانکہ تمھارے دل میں اس سے زیادہ کوئی اور عزیز بھی ہے۔ اُسکی راہ میں فدا ہو جاؤ اور اُسکے لیے محو ہو جاؤ اور ہمہ تن اُسکے ہو جاؤ اگر چاہتے ہو کہ اسی دنیا میں خدا کو دیکھلو۔ کرامت کیا چیز ہے؟ اور خوارق کب ظہور میں آتے ہیں؟ سو سمجھو اور یاد رکھو کہ دلوں کی تبدیلی آسمان کی تبدیلی کو چاہتی ہے۔ وہ آگ جو اخلاص کے ساتھ بھڑکتی ہے وہ عالم بالا کو نشان کی صورت پر دکھلاتی ہے تمام مومن اگرچہ عام طور پر ہر ایکبات میں شریک ہیں یہانتک کہ ہر ایک کو معمولی حالت کی خوابیں بھی آتی ہیں اور بعض کو الہام بھی ہوتے ہیں۔ لیکن وہ کرامت جو خدا کا جلال اور چمک اپنے ساتھ رکھتی ہے اور خدا کو دکھلا دیتی ہے۔ وہ خدا کی ایک خاص نصرت ہوتی ہے جو اُن بندوں کی عزت زیادہ کرنے کے لیے ظاہر کی جاتی ہے جو حضرت احدیت میں جاں نثاری کا مرتبہ رکھتے ہیں جبکہ وہ دنیا میں ذلیل کیے جاتے اور اُنکو برا کہا جاتا اور کذاب اور مفتری اور بدکار اور لعنتی اور ٹھگ اور فریبی اُنکا نام رکھا جاتا ہے اور اُن کے تباہ کرنے کے لیے کوششیں کی جاتی ہیں تو ایک حد تک وہ صبر کرتے اور اپنے آپکو تھامے رہتے ہیں۔ پھر خدا تعالے کی غیرت چاہتی ہے کہ اُن کی تائید میں کوئی نشان دکھا دے تب یکدفعہ اُنکا دل دکھتا اور اُنکا سینہ مجروح ہو جاتا ہے تب وہ خدا تعالیٰ کے آستانہ پر تضرعات کے ساتھ گرتے ہیں اور اُنکی دردمندانہ دعاؤں کا آسمان پر ایک صعبناک شور پڑتا ہے اور جسطرح بہت سی گرمی کے بعد آسمان پر چھوٹے چھوٹے بادل کے ٹکڑے نمودار ہو جاتے ہیں اور پھر وہ جمع ہو کر ایک تہ بتہ بادل پیدا ہو کر یکدفعہ برسنا شروع ہو جاتا ہے ایسا ہی مخلصین کی دردناک تضرعات جو اپنے وقت پر ہوتے ہیں رحمت کے بادلوں کو اٹھاتے ہیں اور آخر وہ ایک نشان کی صورت پر زمین پر نازل ہوتے ہیں غرض جب کسی مرد صادق ولی اللہ پر کوئی ظلم انتہا تک پہونچ جائے تو سمجھنا چاہیے کہ اب کوئی نشان ظاہر ہوگا۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

اے لوگو خدا سے ڈرو۔ اور درحقیقت اس سے صلح کر لو۔ اور سچی صلاحیت کا جامہ پہن لو اور چاہیے کہ ہر ایک شرارت تم سے دور ہو جائے خدا میں بے انتہا عجیب قدرتیں ہیں۔ خدا میں بے انتہا طاقتیں ہیں۔ خدا میں بے انتہا رحم اور فضل ہے۔ وہی ہے جو ایک ہولناک سیلاب کو ایک دم میں خشک کر سکتا ہے۔ وہی ہے جو مہلک بلاؤں کو ایک ہی ارادہ سے اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر دور پھینک دیتا ہے۔ مگر اُسکی عجیب قدرتیں اُنہی پر کھلتی ہیں جو اُسکے ہی ہو جاتے ہیں۔ اور وہی یہ خوارق دیکھتے ہیں جو اُسکے لیے اپنے اندر ایک پاک تبدیلی کرتے ہیں اور اُسکے آستانہ پر گرتے ہیں اور اُس قطرہ کیطرح جس سے موتی بنتا ہے صاف ہو جاتے ہیں۔ اور محبت اور صدق اور صفا کی سوزش سے پگھلکر اُسکی طرف بہنے لگتے ہیں۔ تب وہ مصیبتوں میں اُنکی خبر لیتا ہے۔ اور عجیب طور پر دشمنوں کی سازشوں اور منصوبوں سے انھیں بچا لیتا ہے اور ذلت کے مقاموں سے انھیں محفوظ رکھتا ہے۔ وہ اُنکا متولی اور متعہد ہو جاتا ہے۔ وہ اُن مشکلات میں جبکہ کوئی انسان کام نہیں آ سکتا اُنکی مدد کرتا ہے اور اُسکی فوجیں اُنکی حمایت کے لیے آتی ہیں کسقدر شکر کا مقام ہے کہ ہمارا خدا کریم اور قادر خدا ہے۔ پس کیا تم ایسے عزیز کو چھوڑ دوگے؟ کیا اپنے نفس ناپاک کے لیے اُسکی حدود کو توڑ دوگے۔ ہمارے لیے اُسکی رضامندی میں مرنا ناپاک زندگی سے بہتر ہے